یہ اخبار ہفتہ وار ہر جمعہ کے دن امرتسر سے ... شائع ہوتا ہے

شرح قیمت اخبار

والیان ریاست سے سالانہ للعہ
رؤساء و جاگیرداران سے " للعہ
عام خریداران سے " للعہ
" ششماہی عہ
ممالک غیر سے سالانہ ۵ شلنگ ۴ پنس
" ششماہی ۳ شلنگ

اجرت اشتہارات

کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتا ہے۔ جملہ خط و کتابت و ارسال زر بنام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب (مولوی فاضل) مالک و ایڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر ہونی چاہئے۔

اخبار اہلحدیث امرتسر

نمبر ۱۹ و ۲۰ جلد ۱۲

اغراض و مقاصد

(۱) دین اسلام اور سنت نبی علیہ السلام کی حمایت و اشاعت کرنا۔
(۲) مسلمانوں کی عموماً اور اہلحدیثوں کی خصوصاً دینی و دنیوی خدمات کرنا۔
(۳) گورنمنٹ اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی نگہداشت کرنا۔

قواعد و ضوابط

(۱) قیمت ہر حال پیشگی آنی چاہئے۔
(۲) بیرنگ خطوط وغیرہ جملہ واپس ہونگے۔
(۳) مضامین مرسلہ بشرط پسند مفت درج ہونگے اور ناپسند مضامین بمحصولڈاک آنے پر واپس ہو سکینگے۔

امرتسر مورخہ ۲۵ ربیع الثانی و ۱۲ جمادی الاول ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۲ و ۱۵ مارچ ۱۹۱۵ء بروز جمعہ

فہرست مضامین

جلسہ ندوۃ العلماء ۱
مسلم یونیورسٹی ایسوسی ایشن کا جلسہ ۲
قرأت خلف الامام ۲
جماعت اہلحدیث اور سراج الاخبار ۳
مضامین قاسمیہ ۵
مذاکرہ علمیہ نمبر ۴ (زوجۂ مفقود الخبر) ۶
مذاکرہ علمیہ نمبر ۶ .... ۷
دیوبندی کا تصور ۱۰
نبوت اور خلافت عامہ ۱۱
عقد النحور فی وضع الایدی علی الصدور ۱۶
حضور نظام کا اسلامی احساس و ہمدردی ۲۰
کام کا ہمکو مسلمان بنا دے یارب ۲۰
درہ و اقبال کی اہمیت ۲۰
کلمۃ الحق ۲۱
متفرقات ۲۵
انتخاب الاخبار ۲۶
اشتہارات ۲۷
.... ۲۸

جلسہ ندوۃ العلماء لکھنؤ

ندوہ کی بنیاد جس مقدس غرض کے لئے رکھی گئی تھی وہ یہ ہے کہ علماء اسلام جو ایک جگہ اور ایک کام میں شریک نہیں ہوتے اور الگ الگ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بناتے ہیں اُن کو کسی مشترک اسلامی کام میں جمع ہونے کا سلیقہ سکھایا جائے۔ اس غرض کے مخالف علماء نے ندوہ کی سخت مخالفت کی انکی مخالفت سے تو ندوہ کا کچھ نہ بگڑا تھا بلکہ ندوہ انکی مخالفت میں بھی پھلا پھولا۔ نقصان پہنچا تو ندوہ کو اندرونی اختلاف سے جس پر ندوہ زبان حال سے کہتا تھا ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

ندوہ کا سالانہ جلسہ ہونے والا ہے خدا کی شان یہی ندوہ ہے جس کے سالانہ جلسہ پر ہم نے امرتسر میں دیکھا کہ معاونان بڑی سرگرمی سے اس میں حصہ لیتے تھے۔ جلسے کرتے تھے۔ چندہ جمع کرتے تھے۔ ممبر بنتے تھے۔ غرض سب کچھ کرتے تھے۔ آج یہ حال ہے کہ وہی ندوہ کے معاون جن کے اہتمام سے ہزاروں روپیہ چندہ اور سیکڑوں لوگ شریک ہوتے تھے وہی معاون ایسے سرد مہر ہیں کہ تحریک تک نہیں کرتے۔ یہ انقلاب کیوں ہے؟ محض اختلاف اور یا بقول اُن کے حساب کی گڑبڑ اُن کو امداد سے مانع ہے۔

میرے کرم دوست مولوی غلام محمد صاحب شملوی سفیر ندوہ میرے پاس آئے اور معاونین کی سرد مہری کا ذکر کیا۔ میں تو اپنے اُسی اصول پر کاربند رہتا ہوں کہ مشترک کام میں ہم ایک ہیں۔ غلطی الگ چیز ہے کام الگ ہے۔ عوارض کی خرابی سے جوہر کی ذات میں خرابی نہیں آجاتی۔ اس لئے میں بھی

گلزار احمدی۔ معارج النبوۃ کا ترجمہ سلیس پنجابی نظم میں واعظان خوش بیان کے لئے مفید ہے قیمت اصلی ہر سہ جلد للعہ رعایتی ہے۔ منیجر

AsliAhleSunnet.com

مضبوط رار رکھتا ہوں کہ کسی جماعت کی ندوہ ہو یا کوئی انجمن ہو اُس کے ممبران کی غلطی سے قطع نظر کر کے اُس کو گرنے سے بچانا چاہیئے۔ مولوی صاحب موصوف کے ساتھ میں اُن معاونین کے پاس خود گیا جنھوں نے سرد مہری دکھائی تھی اُن سے گفتگو کی اور اُن کو جلسے کی شرکت کی ترغیب دی۔ بعض نے اقرار کیا۔ بعض نے عذر۔

ندوہ کا کام چند آدمیوں کے مجموعہ کے ہاتھ میں ہے جو غلطی سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جو صاحب ندوہ کی اصلاح چاہتے ہیں اُن کا فرض ہے کہ کسی رنج کی وجہ سے جلسہ کی شرکت نہ چھوڑیں بلکہ بنظر اصلاح ضرور شریک جلسہ ہوں اور موقع بموقع ممبران ندوہ کی غلطیوں کی اُن کو اطلاع دیں۔

سب سے بڑا اعتراض حُسن اتفاق سے ندوہ کو محاسب جناب بابو نظام الدین صاحب سوداگر چرم امرتسر ہی کے معززین میں سے ہیں۔ آپ نے کئی بار مجھ سے شکایت کی اور اب تک وہ اس شکایت پر بضد مُصر ہیں کہ باوجودیکہ میں محاسب بنایا گیا تھا مجھکو حساب خصوصاً عمارت کا حساب نہیں دکھایا گیا۔ اسی قسم کی اور جو جو شکایات ہیں ندوہ کے جلسہ میں طے ہونی چاہئیں۔

ہمیں امید رکھنی چاہیئے کہ اصلاحی کمیٹی بھی جو قوم کی نائب ہے اس موقع پر اپنے کام کا پروگرام بہت کچھ سوچ بچار کر تیار کریگی مگر یہ یاد رہے بقول ؎

از فراقت تلخ میگوئی سخن
ہر چہ خواہی کن ولے ایں یک مکن

علیحدگی اچھی نہیں ہوگی۔

کارپردازان ندوہ کو دل سے یہ مان لینا چاہیئے کہ معترضین کسی نفسانی غرض سے اعتراض نہیں کرتے بلکہ محض نیک نیتی سے معترض ہیں اس لئے اُن کے سمجھانے پر اُن کو پوری توجہ کرنی چاہیئے۔

آئندہ حوالہ بخدا ؎

من آنچہ شرط وفا بود با تو مے گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

مُسلم یُونیورسٹی ایسوسی ایشن

کا اجلاس

مُسلم یونی ورسٹی ایسوسی ایشن کا اجلاس بدلتا بدلتا اب ۳-۴- اپریل تک پہنچا ہے۔ ہم پہلے ہی حیران تھے کہ ہندوستان میں دو بڑی علمی انجمنوں (ندوہ اور حمایت اسلام) کے جلسے انہی تاریخوں میں ہیں۔ تو لوگ کہاں کہاں جائینگے۔ ندوہ میں شریک ہونگے یا انجمن حمایت اسلام لاہور میں۔ اب یہ مژدہ سُنا کہ مُسلم یونی ورسٹی ایسوایشن کے قابلقدر سکرٹری نے ایسوایشن مذکور کے اجلاس کی تاریخیں بھی ۳-۴- اپریل رکھی ہیں جن میں ندوہ اور حمایت اسلام کے جلسے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نہ ندوہ کا جلسہ بارونق ہوگا نہ حمایت اسلام کا۔ بلکہ نہ مُسلم یونی ورسٹی کا۔ لوگ تو پہلے ہی کہتے تھے ؎

دل بکرشمہ (؟) آفتاد قبلہ یکے امام دو

اب تو اس تثلیث میں پھنسکر توحید کا مزہ بالکل ہی جاتا رہا۔ افسوس قومی کام کے ذمہ دار ہر طرف نظر نہیں ڈالتے جس کا نتیجہ وہی ہوتا ہے جو ہونا چاہیئے۔

قرأت خلف الامام

کسی دوست نے قرأت فاتحہ خلف الامام کا اختلاف حل کرنے کو لکھا تھا۔ اس کو جواب لکھا گیا اس کی نقل درج اخبار کرکے ہدیۂ ناظرین بھی کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ طرز تحریر برعایت علم اصول جدید ہے ؎

نئے پیرو نہ قیس نہ فرہاد کرینگے
ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کرینگے

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سورت فاتحہ نماز میں واجب ہے۔ اس کی تقریر یوں ہے کہ اُن کے نزدیک آیت فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ میں خدا تعالےٰ نے مطلق قرأت کا حکم کیا ہے۔ کسی خاص مقام کو معین نہیں کیا اور حدیث لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب میں اگرچہ معین ہے۔ لیکن چونکہ قرآن مجید قطعی الثبوت ہے۔ اس لئے اس کو مقدم رکھکر اس حدیث کو تابع قرآن کرکے یوں کہیں گے کہ مطلق قرأت نماز میں فرض ہے اور سورہ فاتحہ واجب ہے (مستفاد از اصول شاشی)

واجب کے ترک کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی البتہ ناقص ہو جاتی ہے۔ اور سجدہ سہو نکالنے سے وہ نقص رفع ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ اگر مقتدی سے کوئی واجب ترک ہو جائے تو اُس پر سجدہ سہو لازم نہیں۔ اس لئے اگر مقتدی سورۃ فاتحہ کو ترک کردیوے تو اُس کی نماز ادا ہو جائیگی۔

یہ ہے اصل مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اور اس کے سوائے جس قدر شدت کے فتوے ہیں وہ سب متاخرین کے ہیں۔

اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ امام صاحب کے نزدیک سورت فاتحہ کا پڑھنا منع نہیں ہے۔ بلکہ اُن کے نزدیک یہ امر ہے کہ نہ پڑھنے سے بھی نماز ہو جاتی ہے۔ اسی طرح مولوی عبدالحی صاحب مرحوم نے تعلیق ممجد میں تحقیق کیا ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر مقتدی امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھ لیوے تو بھی جائز ہے اور نماز صحیح ہے۔ چنانچہ درمختار میں کہا ہے و تصح فی الاصح یعنے اصح مذہب یہی ہے کہ مقتدی کے سورت فاتحہ پڑھنے سے اُس کی نماز صحیح ہوتی یعنی ناقص و فاسد نہیں ہوتی۔

اب اس تقریر کے مقابلے میں محدثین کی تقریر بھی سنئے۔ محدثینؒ کے نزدیک سورت فاتحہ امام و مقتدی اور اکیلے سب کو فرض ہے اور دلیل اس کی وہی حدیث صحیح بخاری ہے جو اوپر گزر چکی۔ اس کے مثبت فرضیت ہونے سے کسی کو انکار نہیں حنفیہ نے صرف معارض قرآن جان کر فرضیت سے انکار کیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس کے فرض ہونے سے وہ بھی انکار نہ کرتے!

AsliAhleSunnet.com

پس اگر ہم یہ تعارض رفع کردیں اور ثابت کردیں کہ آیت میں سورت فاتحہ کے متعلق حکم نہیں ہے۔ بلکہ سورت فاتحہ کے بعد کی قرأت کا حکم ہے تو آیت اور حدیث ہر دو اپنی اپنی جگہ رہینگی اور تعارض رفع ہوجائیگا۔ اور حدیث سے سورت فاتحہ نماز میں فرض ثابت ہوجائیگی اور چونکہ مقتدی پر سے فرض ساقط نہیں ہوتا (ہدایہ) جیسے کہ سجدہ اور رکوع وغیرہ۔ اس لئے سورت فاتحہ بھی ساقط نہیں ہوگی۔

تقریر اس کی یوں ہے کہ آیت سورۂ مزمل تہجد کی نماز کے متعلق ہے اور تہجد کی نماز مشکل وقت کی نماز ہے۔ کبھی دن رات کے گھٹنے بڑھنے سے اور کبھی آدمی پر مختلف قسم کے حالات سفر مرض، نیند وغیرہ وارد ہونے سے۔ اس کے لئے قرأت کا ایک معین اندازہ ناممکن ہے۔ اس لئے تخفیف کی خاطر خدا تعالے نے آسانی کردی کہ جو کچھ میسر ہوسکے وہی پڑھ لیا کرو۔ چنانچہ یہ باتیں سورت مزمل کا دوسرا رکوع پڑھنے سے خود بخود صاف نظر آجاتی ہیں۔

اب سوچنا چاہیئے کہ خود آدمی مریض۔ خواہ سفر میں ہو۔ خواہ تھوڑا وقت لیکر اٹھے۔ خواہ گرمی کا موسم ہو۔ سورت فاتحہ کے پڑھنے کا کوئی بوجھ نہیں۔ کیونکہ یہ نہایت چھوٹی سی سورت ہے اور اس کے سوائے دوسری قرأت میں لمبائی اور چھوٹائی کا سوال ہوسکتا ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ کا حکم سورت فاتحہ کے بعد کی قرأت کے لئے نازل کیا ہے کہ جتنی میسر ہوسکے پڑھ لیا کرو۔ اگر وقت لمبا ہے اور آدمی تندرست ہے تو زیادہ پڑھ لو اور اگر وقت تھوڑا ہے یا آدمی بیمار ہے یا سفر کے سبب زیادہ برداشت نہیں کرسکتا تو چھوٹی قرأت پڑھ لے لہذا اس حدیث سورت فاتحہ کا آیت قرآن سے تعارض نہ ہوا۔ حدیث فرضیت فاتحہ کے لئے کافی ہوئی اور آیت اپنی جگہ پر اسکے سوائے دوسری قرأت کیلئے رہی۔ واللہ اعلم۔

(خاکسار ابوالفدا ارسیال کوٹی)

جماعت اہلحدیث

اور

سراج الاخبار

سراج الاخبار جہلم جماعت اہلحدیث کا پرانا عنایت فرما ہے اس کے مضامین بغیر ذکر اہلحدیث کے بالکل روکھے اور پھیکے معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ اپنے ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے کوئی نہ کوئی مضمون تراش ہی لیتا ہے کل میسر لما خلق له بالکل سچی حدیث ہے۔ اس کے ایڈیٹر مولانا مولوی فقیر محمد صاحب ایک مسن بزرگ ہیں۔ گو عالم پیری میں اکثر قوی مائل باختلاط ہو کر کمزور پڑگئے ہیں۔ لیکن ماشاء اللہ اہلحدیث کے مقابلہ میں حرارت قلبی اور جوش دلی ایسا قوی ہے کہ مقیاس الحرارت نقطۂ اعتدال سے جانب افراط میں اوپر کو چڑھا ہوا ہے اس لئے آپ کو "پیر جوان ہمت" کہنا نازیبا نہیں ماہ جنوری کے وسط میں "انجمن اہل حدیث جہلم" کا جلسہ تھا۔ باوجودیکہ اس نواح میں جماعت اہلحدیث قلیل تعداد میں ہے۔ لیکن بفضل ایزدی جلسہ امید سے زیادہ رونق و کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ اور حاضرین کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی رہی۔ جلسہ کے ایسے نظارے پر سراج الاخبار میں چند سوالات طبع ہوئے ہیں جن کا جواب اہلحدیث سے طلب کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض سوال تو مضحکہ خیز ہیں اور بعض تعجب انگیز۔ ان سوالات میں سب سے وزنی اور مشکل سوال جس پر کل سوالوں کی بنیاد ہے پہلا سوال ہے۔

جماعت اہلحدیث کثر اللہ سوادھم پر اس کا بوجھ ایسا بھاری سمجھا گیا ہوگا کہ وہ بچارے کبھی بھی اس سے سبکدوش نہیں ہوسکینگے۔ لہذا ہم اسپر کچھ لکھنا چاہتے ہیں:۔

سوال اوّل۔ کیا رسول خدا نے اپنی حیات میں کوئی انجمن "اہل قرآن" کے نام سے مقرر فرمائی تھی جس کے اتباع میں "انجمن اہلحدیث" یعنی اشاعت حدیث کی انجمن مقرر کی گئی ہے۔ یا صحابہ کرام یا تابعین و تبع تابعین نے ہی کوئی انجمن اشاعت اسلام کے لئے مقرر کی تھی۔ جواب بحوالہ حدیث دینا چاہیئے۔

جواب:۔ سائل نے اپنا نام ظاہر کرنے کی بجائے اپنے آپ کو "ایک محقق حنفی" لکھا ہے۔ اس سے ہمیں دو امر معلوم ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ سائل کے نزدیک حنفی دو قسم کے ہیں۔ ایک محقق جن میں سے وہ خود ہیں۔ دوم غیر محقق۔ جن کی جانب ان کا میلان نہیں۔ الحمد للہ یہ متصور تو ہونے لگا کہ ایک شاخ حنفیت کی ایسی بھی ہے جو اندھا دھند کے حنفی ہیں۔ ایسے ہی ایک طائفہ کا قرآن مجید ذکر کرتا ہے۔

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ (پ بقر)	بعض ان میں سے ان پڑھ ہیں، جو کتاب (الٰہی) سے ناواقف ہیں۔ مگر کچھ سنی سنائی باتیں (یاد ہیں)

اور وہ صرف اٹکلیں کرتے ہیں۔

صاحب ہم تو مدت سے پکار رہے ہیں کہ ائمہ مجتہدین کے مجتہدات کو تحقیق کے بعد تسلیم کرو۔ معیار کتاب و سنت پر پرکھکر اور میزان قرآن و حدیث پر تول کر بیشک قبول کرلو۔ اور اسی کا نام ترک تقلید ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے وصیت نامہ میں اسی کی تاکید کی ہے جس سے ہمکو مفت میں بد نام کیا گیا کہ یہ لوگ ائمہ اربعہ کی تقلید کو واجب نہیں جانتے تو ان کے علم و تقوے کے قائل نہیں۔ ان کی بے ادبی کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ بہتانات ہمارے سر تھوپے گئے۔ خیر الحمد للہ کہ ہماری پکار بے اثر نہ گئی ؎

کہتا ہے کون نالۂ بلبل ہے بے اثر
پردہ میں گل کے لاکھ جگر پاش ہوگئے

دوسرا امر جو ہمیں سائل کے وصف سے معلوم ہوا یہ ہے کہ سوال بصورت اعتراض کیا گیا ہے جس سے

AsliAhleSunnet.com

اُس کی یہ غرض ہے کہ جب آں حضرت صلعم نے اپنی جماعت صحابہ کا نام اہل قرآن نہیں رکھا تھا تو تم کیوں اہلحدیث کہلاتے ہو۔ جس کا نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ سائل کے نزدیک اگر یہ امر ثابت ہو جائے کہ آں حضرت صلعم نے اپنی جماعت کو اہل قرآن کہا ہے تو اہلحدیث بلاخوف تردید اپنے آپ کو اہلحدیث کہہ سکتے ہیں۔ باقی جس قدر نتائج اور تحقیقات اس سوال سے پیدا ہو سکتی ہیں وہ سب اس کی شاخیں ہیں۔ سوال کو بخوبی سمجھ لینے کے بعد اب جواب بھی سنئے

جناب! جس طرح علم شخصی دوسرے افراد سے متمیز کرنے کے لئے اور علم جنسی دوسری اجناس سے الگ کرنے کے لئے موضوع ہوتے ہیں۔ اسی طرح مذہبی حدود میں کسی دین کا نام جو بمنزلہ علم کے ہوتا ہے موضوع ہوتا ہے۔ پس آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کا علم جو دوسرے دینوں سے تمیز کرائے اسلام ہے اور آیت وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا میں اسی امر کا بیان ہے۔ اسی طرح امت محمدیہ صلعم کا علم جو اُن کو دوسری اُمتوں سے متمیز کرے مسلم ہے۔ اور آیت هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِن قَبْلُ وَفِي هَٰذَا میں اسی کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ نبوت کے آخری دور یعنی عہد محمدی میں اصل اصول دستور العمل قرآن شریف ہے اس لئے مسلمانوں کو قرآن شریف کی طرف مضاف کرنا اس امر کے لحاظ سے ہوگا کہ ان کا دستور العمل قرآن پاک ہے۔ پس ان کو اہل قرآن کے لقب سے ملقب کرنا بالکل بجا اور درست ہوگا۔ یہ تو نکتہ کی بات ہے جو ہمنے آپ کو انگلیوں پر سمجھا دی۔ آئیے اس کو بھی قریب آپکو بتائیں کہ آں حضرت صلعم فداہ روحی نے اپنی امت مرحومہ کو اہل قرآن کے معزز لقب سے بھی یاد فرمایا ہے۔ ملاحظہ کیجئے حدیث وتر جسے حنفیہ کرام وجوب وتر کی دلیل میں پیش کیا کرتے ہیں۔

اوتروا یا اھل القرآن (بلوغ)	اے اہل قرآن وتر پڑھا کرو۔

اُمید ہے اب تو آپ کا مطالبہ پورا ہو گیا ہوگا۔ کہ آں حضرت صلعم نے اپنی حیات طیبہ میں ایک انجمن (جماعت صحابہ) "اہل قرآن" مقرر کی تھی لہذا اب آپ کو اہلحدیث کے پیارے لقب سے چڑ نہ ہوگی اگر آپ نگاہ کو اس سے بھی اوپر لیجائیں۔ اور تنگ ظرفی نہ کریں تو ہم آپ کو کتاب اللہ میں بھی دکھا دیں کہ خدا تعالےٰ نے امم سابقہ میں سے بعض کو اُن کی مخصوص کتاب آسمانی کی طرف نسبت کیا ہے اُسکی وجہ بھی یہی ہے کہ اُن کا دستور العمل و فارق بین الاغیار وہی کتاب تھی۔ سنئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنجِيلِ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فِيهِ (مائدہ)	"اہل انجیل کو چاہیئے کہ اس کے موافق فیصلہ کیا کریں جو خدا نے اس (انجیل) میں نازل کیا"

آئیے! اب آپ کو اسی رُخ کا نظارہ دوسرے پہلو سے بھی دکھائیں۔ قرآن شریف تو سب فرقوں کے نزدیک یکساں دستور العمل اور مساوی حجت قطعی ہے۔ خود اس امت میں کئی فرقے نہیں۔ تو بالخصوص اکیلے قرآن کی طرف امتیازی نسبت کسی فرقے کو نہیں ہو سکتی۔ الا اس صورت میں کہ مولوی عبداللہ چکڑالوی کی طرح الفاظ قرآن کے سوائے سب کچھ کا انکار کر دے۔ اسی لئے قرآن کے بعد جس جس فرقے کا جو جو دستور العمل تھا اور دوسرے فرقوں سے امتیازی طریق عمل تھا وہ اس کی طرف منسوب ہوا۔ مثلاً حنفیوں نے اپنے امتیاز کی بنا امام ابوحنیفہ کے اصول و فروع پر رکھی اور دوسروں نے دوسروں کے کلیات و جزئیات پر۔ اسی طرح ایک طائفے اس طوفان بے تمیزی میں قرآن کے بعد اپنا دستور العمل حدیث نبوی کو بنایا اور اپنے اور دوسرے سب کے اصول و فروع۔ جزئیات و کلیات اور قواعد و ضوابط کو حدیث نبوی کے ماتحت کیا اگر موافق ہوئے تو تسلیم کیا ورنہ عذر کر دیا۔ ایسا نہیں کیا کہ قرآن شریف اور حدیث نبوی کو کسی خاص شخص کے فہم و رائے کے تابع و ماتحت کر دیں جو خود قرآن و حدیث کا محکوم و ماتحت ہو۔ پس اس طائفہ کا نام اہلحدیث اس طریق عمل کے رو سے ایک وصفی نام تھا جو فساد امت کے وقت منقول ہو کر اسکا علم ہو گیا۔ لہذا اب یہ دیکھنا پڑیگا کہ جس چال اور روش کو اس فرقے نے اختیار کئے رکھا اور اس کے سبب سے وہ دوسروں سے متمیز ہوئے وہ روش اختلاف وافتراق امت کے زمانے سے پیشتر معمول بھی تھی یا نہیں۔ اور قرآن اول اور صدر اعلےٰ کے لوگ آں حضرت صلعم کے بعد کسی دوسرے کی شخصیت کو دین میں کہاں تک داخل کرتے تھے۔ اگر قرآن و حدیث کے سوائے کوئی دیگر شے حجت شرعی نہیں جانی جاتی تھی تو بس قصہ تمام شد، بالخیر شما بسلامت، اور اگر خیر القرون کے لوگ آنحضرت صلعم کے سوا کسی اور کی شخصیت کو دین میں داخل کرتے تھے تو بیشک اہلحدیث کا پیارا لقب وصفی نام جدید سمجھا جائیگا۔ کتب بینی کی زحمت گوارا کرنے اور ورق گردانی کی مشقت برداشت کرنے سے پیشتر ذرا عہد صدیقی کے دستور العمل کا ملاحظہ کر لیجئے۔ امید ہے کہ آپ کی تکلیف کم ہو جائیگی

اچھا آئیے آپ کو یہی بات ایک دوسرے طریق پر بتائیں۔ یہ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جہمیہ وغیرہ فرقوں کے مقابلہ میں ایک گروہ کا نام اہل سنت بھی تھا۔ یہ کس اعتبار سے تھا؟ اسی اعتبار کے لحاظ سے تھا یا نہیں کہ جن مسائل میں یہ فرقے ایسی ایسی رائے رکھتے ہیں اُن مسائل میں ہم سنت نبوی کے پابند ہیں۔ ان میں سے بعض امام صاحب کی موجودگی میں مروج تھے پھر اہل سنت کی تمیز اسم اہل سنت سے ہوگئی۔ اور امام صاحب کی طرف نسبت کرکے حنفی کے نام سے نہ کی گئی۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اگر اس کی وجہ آپ سمجھ گئے تو یقین جانئے کہ آپ بھی حنفیت کی نسبت سے اپنی تمیز نہ کرائیں گے بلکہ اپنے تئیں حدیث و سنت نبوی کی طرف منسوب کرکے ممتاز بنیں گے

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ!

(خاکسار ابوالفدا سیالکوٹی)

ایڈیٹر۔ مولوی صاحب کی قوت استدلالیہ مسلم ہے۔ امید ہے بہت سے احباب کو اس سے فائدہ ہوگا۔ میں اس مسئلہ کو اور طرز سے ذکر کرنا چاہتا

AsliAhleSunnet.com

ہوں جو طلبا رخصوصاً منطقی اہل علم کے لئے قابل توجہ ہے۔ میں ہمیشہ اس مسئلہ کے متعلق حیران رہتا ہوں کہ اہل علم خصوصاً اہل منطق اس مسئلہ میں علم معقول واصول سے کام نہیں لیتے۔

بقاعدہ علم مناظرہ مناسب ہے کہ پہلے اپنا مدعا ثابت کریں اس کے بعد معارضات کو دفع کریں۔

آیت قرآنی فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ بالاجماع نماز کے حق میں اتری ہے۔ اب تنقیح طلب امر صرف یہ ہے کہ آیت موصوفہ میں لفظ مَا بقاعدہ علم اصول کیا ہے۔ عام ہے۔ مطلق ہے یا مجمل۔

عام نہیں۔ کیونکہ عام ہونے کی صورت میں لازم آتا ہے کہ جس شخص کو جتنا قرآن شریف یاد ہو سب کا پڑھنا اس پر فرض ہو۔ اس لئے عام کا حکم شمول ہے جمیع افراد کو۔ صاحب نور الانوار کا یہ عذر کرنا کہ تمام ناتیسر کا فرض ہونا تیسیر کے خلاف ہے اس لئے عام اپڑھنا فرض نہیں ہوگا۔ ایک معنی سے ہمارے دعوے کی تائید ہے کہ عام نہیں۔ عام مان کر یہ توجیہ کرنا گویا عام کی تعریف اور حکم جدید تجویز کرنا ہے جو ہرگز جائز نہیں۔ حیرانی ہے۔ کبھی اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ عام کا شمول اپنے افراد کو قطعی ہوتا ہے۔ کجا یہ کہ مَا تَيَسَّرَ میں لفظ مَا عام تو ہے مگر سب افراد کو شامل نہیں یا للعجب۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مَا کا لفظ مطلق ہے مگر بقاعدہ علم اصول یہ صورت بھی جائز نہیں کیونکہ مطلق کا حکم یہ ہے کہ الاتی بای فرد کان ایتا بالماموربہ یعنی مطلق کے جس فرد پر عمل کیا جائے وہ ماموربہ کا فرد ہوتا ہے۔ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ جس طرح سورۃ کوثر پڑھنے والا فرض ادا کرتا ہے۔ سورۃ البقرہ پڑھنے والا بھی فرض ہی کا ادا کرنے والا سمجھا جائے۔ مگر فقہاء کا مذہب اس کے برخلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں فرض قرات صرف تین آیات ہیں باقی سنت یا مستحب۔ حالانکہ مطلق کا حکم یہ تھا کہ جو فرد بھی ادا کرے وہ ماموربہ ہو۔ ثابت ہوا کہ لفظ مَا مطلق بھی نہیں۔

تیسرا احتمال یہ ہے کہ لفظ مَا مجمل ہے۔ یہ احتمال صحیح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ مجمل کی تعریف ہے جس میں ازدحام معانی کا ہو۔ اور اسکا حکم ہے رجوع الی المتکلم۔ یعنی متکلم اس کی تشریح اور تفسیر کرکے کھولدے۔ آیت موصوفہ میں بحیثیت افراد مختلفہ ازدحام معانی تھا کہ ایک آیت فرض ہے یا دو یا تین یا چار وغیرہ۔ یا کونسی سورت فرض ہے۔ فاتحہ یا بقرہ۔ والعصر یا کوثر وغیرہ۔ تو ان سب افراد میں سے متکلم نے تعیین کرنے کو فرمادیا۔

لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب

(یعنی سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے)

اس حدیث سے آیت موصوفہ کا بیان ہوگیا اور اس اجمال کی تفسیر کافی ہوگی جہاں تک علم اصول ہمارا کرتا ہے اس تقریر پر کوئی اعتراض معقول نہیں ہوسکتا کسی صاحب کو ہو تو مہربانی سے ہمیں مطلع فرماویں بڑی خوشی سے ان کی تحریر کو مذاکرہ علمیہ میں لیکر شائع کردینگے۔

آیت کی اس تفسیر پر نہیں تو اصل مسئلہ پر ایک اعتراض عام طور پر کیا جاتا ہے جو بڑا زبردست ہے وہ یہ ہے وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا (قرآن جب پڑھا جائے تو سنو اور چپ رہو)

اس آیت نے بنص قطعی حکم دیا ہے کہ قرآن کے پڑھے جانے کے وقت چپ رہنا اور سننا چاہیئے اور یہ حکم عام ہے نماز میں ہو یا نماز سے باہر۔ اس کا جواب عوام کے مقابلہ میں تو مشکل ہوگا مگر خواص اہل علم خصوصاً منطق دان علماء کے سامنے بالکل آسان ہے۔ یہاں تک آسان ہے کہ میرا وہم ہے کہ کوئی منطقی عالم اس آیت کو اس مطلب کے لئے پیش ہی نہیں کرسکتا۔

جناب! اذا کلیہ نہیں مہملہ ہے وھی

تلازم الجزئیۃ فلا تکون کبریٰ لا نعکاس

کیونکہ اذا مہملہ ہے کلیہ نہیں۔ اس لئے اس میں عموم نہیں۔ عموم کلما میں ہوتا ہے اذا میں نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ آیت موصوف اِذَا قُرِئَ میں وہ زور نہیں جو معارضین نے سمجھ رکھا ہے فاندفع

ما اورد قد لیفی بعد حنایا فی الزوایا

ہم جانتے ہیں کہ ہمارے اس جواب پر بعض اعتراض ابھی ہیں۔ چونکہ ہمنے معترضین کو اظہار خیالات کی اجازت دی ہے کہ علم معقول واصول سے نفس مسئلہ پر کچھ لکھینگے تو شائع کیا جائیگا۔ اس لئے ہم اپنے ذہنی اعتراضات بھی انہی کے لئے چھوڑتے ہیں (وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ)۔

مضامین قاسمیہ

(از مولوی محمد ابو القاسم صاحب بنارسی)

طعام ہنود قال اللہ اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ

اخبار اہلحدیث مورخہ ۲۶ ربیع الاول سنہ رواں میں جناب حکیم مجیب الرحمن صاحب کی تحریر طعام ہنود کی بابت دیکھی۔ آں جناب نے علماء کرام کا ذکر کرتے ہوئے اس ہیچمدان کا نام بھی لیا ہے۔ اس لئے اپنی ناقص تحقیق کو مختصر الفاظ میں قلمبند کردیتا ہوں۔

۲۹۳

ہنود کے آب وطعام کی نسبت خاکسار کی رائے سابق میں یہ تھی کہ ان کے ہاتھ کا کھانا کھا لینا اور پانی پی لینا جائز ہے بدلیل حدیث کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیہ مشرکہ دعوت قبول فرماکر طعام نوش کیا۔ اور ایک بار ایک مشرکہ عورت کے مشکیزہ سے پانی لیکر خود نوش کیا اور تمام صحابہ کرام کو پلایا۔ لیکن ہنود کے خانگی حالات اور ان کی عدم صفائی اور ناپاکی کا کثرت سے مشاہدہ اور تجربہ کے بعد سابق رائے بدلنی پڑی اور آیت مذکورہ کا یہ مطلب سمجھ میں آیا کہ ان کا باطن ہی نہیں بلکہ ظاہر بھی نجس رہتا ہے خواہ وہ اپنے خیال میں بہت صفائی واحتیاط کریں۔

اس لئے میں تو ان کی دوکان سے کھانے پینے کی چیز خرید کر کھانے کو بھی روا نہیں سمجھتا۔ چہ جائیکہ ان کی دعوت قبول کیجائے۔

بنارس کے حلوائیوں کا حال بہت دیکھا کہ حاجت ضروریہ کو گئے اور ایک چھوٹے سے پُروے (برتن) میں دو تین چلو پانی بھر لیگئے۔ اس سے آبدست کرکے

AsliAhleSunnet.com

اپنی میلی لنگوٹی (چھوٹی دھوتی مثل لنگوٹ) میں ہاتھ پونچھتے ہوئے واپس آئے اور مٹھائی میں ہاتھ ڈالکر لڈو بنانے لگتے ہیں۔

بھلا تبلائیے کہ جب نہ تو مقام خاص کی صفائی ہوئی اور نہ ہاتھوں کی۔ تو کیا اس سین کو دیکھکر آپکا کھایا ہوا کھانا بھی باہر نہ آجائیگا؟ میرے خیال میں تو ان کے کھانے پینے کی چیزوں سے بہت پرہیز کرنا چاہیئے۔

مدرسہ میاں صاحب | اخبار اہل حدیث کے صفر میں اپنے مکرم دوست مولوی عبدالحمید صاحب حیدر آبادی کی تحریر دلپذیر بابت مدرسہ جناب شیخنا و شیخ الکل حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی پڑھی مجھے اُن کی رائے سے پورا اتفاق ہے۔ بلکہ مدرسہ مذکورہ کو ہندوستان کے فن حدیث و دیگر علوم کی یونی ورسٹی (دارالعلوم) بنانا چاہیئے۔ اور جو طلباء اس سے فارغ ہوکر نکلیں اُن کو علاوہ سند دینے کے خاص القاب بھی (مقرر کرکے) دیئے جائیں مثلاً اول درجہ میں کامیاب ہونے والوں کو شمس الافاضل دوسرے درجہ والوں کو قمر الافاضل۔ تیسرے والوں کو نجم الافاضل وغیرہ۔ اور اس کا انتظام اہلحدیث کانفرنس کرے تاکہ یہ مدرسہ حضرت مرحوم کی زندہ یادگار رہو۔

تاریخ نبوی | اخبار اہلحدیث میں اس کی اشاعت کی بابت متعدد تحریریں دیکھیں۔ میں بھی اپنا خیال ظاہر کردیتا ہوں۔ وہ یہ کہ مولانا الحاج ابومحمد ابراہیم صاحب نے عرصہ ہوا یہ کتاب اپنے پرچہ الہادی میں سلسلہ وار شائع کی تھی جو تکمیل کو پہنچ چکی ہے۔ اور اب تک اُن سے قیمتاً ملتی ہے اس لئے جن حضرات نے اُس کو دوبارہ بذریعہ اخبار اہلحدیث شائع کرنیکی رائے دی ہے میں اُن کی رائے سے متفق نہیں میرے خیال میں مناسب یہ ہے کہ اُس کی بجائے تاریخ اہلحدیث جو عرصہ سے لکھی جارہی ہے اور (ہم آنکھیں اُس کی منتظر ہیں اُس) کا جو ورقہ اخبار اہلحدیث میں شائع ہونا چاہیئے۔ اور جن حضرات کو تاریخ نبوی دیکھنے کا شوق ہو وہ مولوی صاحب موصوف سے قیمتاً منگوا کر دیکھیں۔ آئندہ اختیار

محراب مسجد | اخبار اہلحدیث ۱۲ صفر میں مولوی محمد اسرائیل کرجوئی نے علماء کرام سے چند سوالات بابت محراب مروجہ فی زماننا کئے ہیں اُن میں اس عاجز کا نام بھی لیا ہے۔ اس لئے اپنی بساط کے مطابق جواب عرض کرتا ہوں۔ واضح ہو کہ اقتراب الساعۃ میں جو روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طبرانی سے منقول ہے کہ "مسجد کی محرابیں آراستہ کی جائینگی" اس میں محراب سے مراد جائے عبادت ہے جیسے قرآن مجید میں حضرت ذکریا علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ آیا ہے۔ نہ محراب مروجہ فی زماننا کیونکہ اس کا احداث ولید کی امارت میں ہوا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے عہد میں مساجد میں محراب نہیں ہوتی تھیں جیسا کہ علامہ سمہودی نے وفاء الوفاء میں صاف طور سے لکھدیا ہے اور علامہ سیوطی نے تو اس کے بدعت ہونے میں خاص ایک کتاب ہی لکھ ماری ہے افسوس کہ وہ ہندوستان میں نہیں ملتی۔

جواب دریافت اثر | اخبار اہلحدیث مورخہ ۸ جنوری میں ایک صاحب نے اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ الا انبئکم برجل من کوفتکم ھذہ یکنی بالی حنفیۃ کا پتہ دریافت کیا ہے۔ اُس کے جواب میں عرض ہے کہ اولاً محدثین کا اتفاق ہے کہ ائمہ کی تعریف و فضائل میں جس قدر احادیث و آثار مشہور ہیں وہ سب موضوع ہیں۔ ثانیاً محدثین نے حدیث موضوع کے پہچاننے کے جو وسائل ذکر کئے ہیں اُن کو ملحوظ رکھنے کے بعد اثر مذکور کے موضوع ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ غلط حدیثوں اور جھوٹے آثار کو ائمہ کی تعریف اور فضائل کا مدار مقرر کرنا ریت کی زمین پر دیوار کھڑی کرنی ہے جس سے اُن کی شان بجائے ارفع ہونے کے ادنٰے ہوجاتی ہے حالانکہ اُن کے حالات و مناقب خود اُن کے مضامین پر کافی روشنی ڈالتے ہیں يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ۔

جواب دریافت حدیث | ۱۲ فروری کے اخبار اہل حدیث میں ایک صاحب نے حدیث مرفوع من رأنی فقد رأی الحق اور دوسری روایت من رأنی فی المنام فقد رأنی کی بابت دریافت کیا ہے کہ ان کا مطلب کیا ہے اور یہ کس کتاب کی روایت ہے؟ اور کیسی ہے؟ سو واضح ہو کہ ہر دو روایات صحیح بخاری و مسلم کی ہیں۔ اور دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔ پہلی بالکل مختصر ہے۔ دوسری اُس سے مفصل۔ تیسری ایک اور روایت میں فسیرانی فی الیقظۃ زیادہ آیا ہے یہ بھی صحیحین کی ہے اور ہر دو سے زیادہ مشرح۔

مطلب ہر ایک کا یہ ہے کہ جو شخص خواب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا اُسنے مثل بیداری کے آپکو دیکھا۔ سبحان اللہ جل جلالہٗ۔

دعا کیجئے | مولوی مخدوم شریف صاحب نے اپنی اہلیہ کی مغفرت کے لئے جن لوگوں سے دعا کی درخواست بذریعہ اخبار اہلحدیث کی ہے اُن میں میرا نام بھی ہے۔ اس لئے میں اُن کو مطلع کرتا ہوں کہ میں نے بہت خلوص سے دعا کی ہے کہ خدا متوفیہ کو بخشے اور آپ اور کل متعلقین کو توفیق صبر دے۔ آمین۔

مذاکرہ علمیہ نمبر ۴ مورخہ ۱۲ صفر متعلق زوجہ مفقود الخبر | میری تحقیق میں مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی کا خیال کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فتوائے زوجہ مفقود کے بارے میں چار سال انتظار کرنے کے بعد چار ماہ دس یوم عدۃ گذار کر نکاح اقتصادی تھا نہ دائمی۔ بالکل صحیح ہے۔ اس لئے کہ مسئلہ کوئی شرعی نہ تھا بلکہ سیاسی تھا۔ جو لوگ امور سیاست میں مذاق رکھتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دماغ کو امور سیاست میں اوج کمال پر مانتے ہیں۔ وہ سب سے پہلے اسپر صاد کرینگے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہی حکم فقط کوئی سیاسی نہ تھا بلکہ اور بھی بہت سے احکام جو آج کل شرعی بن گئے ہیں درصل سیاسی اور اقتصادی تھے۔ نہ دائمی۔ لیکن مولانا ممدوح کی

AsliAhleSunnet.com

یہ رائے کہ مفقود کی زوجہ کو اُس کے مطالبہ کے وقت فسخ کا حکم دیا جائے اور انتظار کی کوئی خاص میعاد مقرر نہ ہو مجھے اس کے ساتھ ابھی اتفاق نہیں ہے لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا اس لئے کہ شریعت میں کل اس جیسی متفرق صورتوں مثلاً طلاق وخلع وموت زوج وغیرہ میں نکاح ثانی کے لئے ایک خاص میعاد مقرر کی گئی ہے جسے عدت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ مفقود کی زوجہ کیلئے بھی ایک خاص میعاد کی ضرورت ہے کہ وہ اُس وقت تک انتظار کرے۔ وہ میرے نزدیک مثل لقطہ وغیرہ کے ایک سال مناسب ہے جیسے حضرت سعید بن مسیب کا حکم مفقود فی الصف کی زوجہ کیلئے ایک سال کا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے تتربص امرأته سنة یا امام مالک کا فتویٰ مفقود فی الفتن کی زوجہ کے لئے ایک سال کا ہے جیسا کہ عینی (شرح بخاری) میں منقول ہے وروی ابن القاسم عن مالك فی المفقود فی فتن المسلمین انه لا یضرب لامرأته سنة ثم تتزوج (ج ۲۰ ص ۵۸) یعنی مفقود فی الفتن کی بی بی ایک سال انتظار کر کے نکاح کرلے۔ اسی طرح ہر مفقود کی زوجہ ایک سال انتظار کر کے اپنا نکاح کرلے۔ غرض کچھ نہ کچھ تربص ضروری ہے۔ مولانا کی باقی تحریر سے مجھے پورا اتفاق ہے دیکھوں اور حضرات اسپر کیا گل افشانیاں فرماتے ہیں۔ فقط (محمد ابوالقاسم عفی عنہ خموش بنارسی)۔

ازمولوی عبداللہ صاحب بانکی پوری

امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو مدت تجویز فرمائی ہے خاکسار کے نزدیک وہی قرین صواب ہے۔ حنفیہ کے افراط اور مدت ایلاء کی تفریط کے بین بین واقع ہے خیر الامور اوسطها افراط عورت کے حق میں مضر اور تفریط شوہر کے حق میں مخل ہے۔ ہاں اگر کسی دلیل قوی تشفی بخش سے مفتی کو معلوم ہو جائے کہ مرد عورت سے تعلق رکھنے کی نیت یا اُس کے ادائے حقوق کی قابلیت نہیں رکھتا ہے اور عورت بھی تفریق کی مدعی ہو تو بوجہ مجبوری وہ عورت ایسے مرد کی زوجیت سے علیحدہ کردیجائیگی۔

ازمولانا عبدالجبار صاحب عمرپوری

مقیم دہلی

اس مذاکرہ کی بابت خاکسار کا مضمون اوائل ربیع الاول میں ارسال ہوچکا۔ افسوس کہ وہ دفتر اہلحدیث میں گم ہوگیا۔ اُس کے بعد تین مضامین مولوی عبدالسلام صاحب مبارکپوری ومولوی حکیم سجاد حسین صاحب ومولوی حکیم ابوداؤد صاحب کے ہمارے گم شدہ مضمون کے موافق نکلے جس سے ہمکو بہت مسرت ہوئی۔ چونکہ یہ مضامین کافی معلوم ہوتے ہیں اس لئے اب زیادہ خامہ فرسائی کی ضرورت نہیں ہر سہ مضامین خصوصاً مولوی ابوداؤد صاحب کے مضمون میں خوب تحقیق سے کام لیا گیا ہے جزاھم اللہ

مذاکرہ علمیہ نمبر ۶

(مورخہ ۱۹ ربیع الاوّل)

ازمولوی عبیداللہ ولد مولوی عبدالسلام صاحب مبارکپوری

بابت آیت کریمہ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا الخ

اس آیہ کریمہ کی نسبت جو سوال پیش کیا گیا ہے وہ اس بنا پر ہے کہ ان کو مصدریہ ناصبہ قرار دیا جائے جیسا کہ اس مذاکرہ کو پیش کرتے ہوئے بیان کیا گیا ہے "ترکیب نحوی کے بموجب اَنْ لَّا تُشْرِکُوْا مفعول ہے حَرَّمَ کا اور یہ مرکب ہے بمعنی عدم الشرک کیونکہ اس میں ان مصدریہ داخل ہے لا تشرکوا پر ان مصدریہ اپنے مدخول کو ساتھ لیکر مصدری معنے ہوتا ہے" اہلحدیث ۵ جلد ۱۲)

لیکن جبکہ ہم اس اَنْ کو مثل اَنْ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرٰهِيْمُ کے اَنْ مفسرہ قرار دیں جیسا فراء کا مذہب مختار ہے تو یہ اشکال پیش نہیں آتا۔ اس لئے کہ اس صورت میں ان لا تشرکوا حرم کا مفعول نہیں بنتا بلکہ اُس کا مفسر ہو جاتا ہے۔ اور ان تفسیریہ کے لئے جو شرط ہے وہ یہاں موجود ہے وہ حرم ہے جو معناً قول ہے اور لا تشرکوا کی نون بوجہ لائے نہی کے گری ہے نہ اَن ناصبہ کے سبب سے۔

اب اشکال اگر رہجاتا ہے تو یہ کہ حرم کی تفسیر ان لا تشرکوا ٹھیراسکتا ہے یا اور جس قدر نواہی اس آیت کریمہ میں ہیں وہ سب حرم کی تفسیر قرار دی جاسکتی ہیں لیکن جملہ وبالوالدین احسانا حرم کی تفسیر نہیں ہوسکتا۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ بالوالدین احسانا کا عطف تعالوا پر ہے نہ ان لا تشرکوا پر۔ اسلئے یہ حرم کی تفسیر نہیں ہے بلکہ تعالوا امر ہے اسی پر دوسرا امر احسنوا بالوالدین احسانا عطف کیا گیا۔ آیہ کریمہ کا ترجمہ یوں ہوا:-

"دیکھو کہ آؤ پڑھوں یعنی بیان کروں اُس چیز کو جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہے یعنی یہ کہ تم اُس کا شریک کسی چیز کو نہ ٹھیراؤ اور کہو کہ سلوک کرو اپنے ماں باپ کے ساتھ سلوک کرنا"

لیکن اگر ہم اس اَن کو مصدریہ ناصبہ قرار دیں تو اس کے پہلے لام حرف جر محذوف رہیگا۔ اور حرف جر کا اَن اور اَنّ کے پہلے محذوف ہونا المطرادی اور اکثری ہے جیسا کہ شرح جامی وغیرہ میں مذکور ہے اب آیت کریمہ کا ترجمہ اس طرح ہوگا:-

"کہو آؤ میں پڑھوں اُس چیز کو جو خدا نے تم پر حرام کی ہے تاکہ تم اُس کا کسیکو شریک نہ ٹھیراؤ اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرو"

اس اَن ناصبہ مصدریہ قرار دینے کی بنا پر ایک ترکیب

لہ یہ تو ہوا مگر ترکیب کیا ہوئی؟ شرح یا تفسیر کا حکم میہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے مفسر کی جگہ لے سکے۔ اس اصول سے ان لا تشرکوا کو ما کا صلہ ہونا چاہیے۔ پس تقدیر کلام یوں ہوگی اتل ما ان لا تشرکوا به شیئا؟ دھوکا ترعی (ایڈیٹر)

(۲۹۵)

AsliAhleSunnet.com

اور بھی ہے وہ یہ کہ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ تک جملہ ختم ہوگیا عَلَيْكُمْ اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا الگ جملہ ہے۔ اس ترکیب پر معنے یوں ہوا:-

"کہو کہ آؤ پڑھوں میں تم پر وہ چیز جو خدا نے حرام کی ہے۔ تم پر لازم ہے کہ تم اُس کا کسی کو شریک نہ ٹھیراؤ اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرو الخ" واللہ اعلم۔

از مولوی منیر خان صاحب مرزاپوری

(مدرس مدرسہ مدینورہ بنارس)

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔

اس آیت کریمہ کی توضیح چند طور پر ہوسکتی ہے جس سے کہ بظاہر جو شبہات ہیں اُن کا ازالہ بخوبی ہوجاتا ہے۔

اولاً تحریم از باب تفعیل ہے اور باب تفعیل کی خاصیات متعدد ہیں منجملہ اُن کے تصییر ہے۔ یعنی کر دینا کسی چیز کو صاحب ماخذ۔ لہذا حرم بمعنے جعلہ ذا حرمة ہوگا اور حرمت کے معنی لغت میں ہے آنچہ شکستن آن روا نباشد کذا فی الصراح ومنتہی الادب پس اس بنا پر معنی مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ جس کی نگہداشت اللہ نے تمہارے ذمہ کردیا ہے، ہوگا۔ اور مفعول حَرَّمَ کا ضمیر محذوف ہوگی کیونکہ جملہ حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ "ما" اسم موصول کا صلہ واقع ہے اور صلہ میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو کہ موصول کی طرف راجع ہو لیکن ضمیر مفعول کا حذف جائز ہے لہذا حَرَّمَ سے بھی ضمیر مفعول حذف ہے اور جملہ ان لا تشرکوا، ما حرم ربکم کی تفسیر واقع ہے۔ میری اس توضیح سے ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے حرم بمعنی اوجب لیا ہے اُس کی شائد توضیح یہی ہوگی۔

ثانیاً کتب نحو سے ثابت ہے کہ بعد اَن مصدریہ لا زائد آیا کرتا ہے۔ شرح جامی میں مثال دی ہے قولہ تعالیٰ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ای ان تسجد، اس عبارت سے ظاہر ہے کہ ان لا تسجد میں لا زائد ہے کیونکہ بعد آن مصدریہ واقع ہے۔ ایسا ہی ان لا تشرکوا میں لا زائد ہوگا۔

ثالثاً۔ جملہ ان لا تشرکوا بواسطہ آن، ما حرم ربکم علیکم کی تفسیر واقع ہے۔ اور اگر یہ شبہ ہو کہ جملہ ان لا تشرکوا میں بعض معطوفات وبالوالدین احسانا امر بھی ہے لہذا تفسیر ماحرم ربکم علیکم کی کیونکر واقع ہوگا۔ اسلئے کہ اوامر نواہی کے ضد اور عکس ہوتے ہیں اور نواہی محرمات کی تفسیر ہوسکتی ہے اوامر نہیں کیونکہ اوامر سے مطلوب فعل ہوتا ہے ترک نہیں۔ اور نواہی اور محرمات سے مقصود ترک ہوتا ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ امر بالشئے مستلزم ہے نہی ضد شئے کو یعنی اگر کسی چیز کے کرنے کا حکم دیا جائے تو اس حکم سے یہ ضرور سمجھا جائیگا کہ ترک اس کا ممنوع ہے۔ لہذا امر التزاماً نہی کو شامل ہے۔ پس جملہ بالوالدین احسانا بعد ان لا تشرکوا بمعنے لا تسیئوا ہوگا۔ اور وہ تفسیر تحریم بصورت نہی میں مبالغہ ہے لہذا خداوند تعالےٰ نے بصورت نہی تفسیر فرمائی ہے۔

رابعاً۔ اتل ما حرم ربکم علیکم پر کلام تمام ہوکر منقطع ہوگیا بعد کو ان لا تشرکوا سے دوسرا جملہ شروع ہے ان لا تشرکوا بواسطہ آن مصدریہ بتاویل مفرد ہوکر مبتدا رخبر محذوف یا خبر مبتدا محذوف کا ہوگا۔

بعض احتمالات اور بھی ممکن ہیں۔ امید ہے۔ علمائے کرام توجہ فرماکر ناظرین کو مستفیض کرینگے!

از مولوی سید عبد اللہ صاحب بانکی پور

اس آیت میں آن مفسرہ لینا خوب ہے جس سے معنے صحیح بے تکلف حاصل ہوتا ہے آن کا مفسر معنے قول ہوتا ہے اور وہ اتل یہاں موجود ہے اس صورت میں آیہ شریفہ کا معنے یہ ہوگا:-

کہدو (اے نبی علیہ السلام) آؤ میں تمکو محرمات وممنوعات خداوندی بتلاؤں یعنی یہ تعلیم کروں کہ تم لوگ شرک نہ کرو۔ اور ماں باپ کی خدمت کرو وغیرہ۔

جیسا نَادَيْنَاهُ اَنْ يَّا اِبْرَاهِيْمُ میں فنادیناہ مفسر اور یا ابراھیم اس کی تفسیر واقع ہے۔ اور اسی طرح اِذْ اَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّكَ مَا يُوْحٰى مفسر اور اقذفیہ اُس کی تفسیر ہے۔ ممکن ہے کہ آن مصدریہ ہو اور ماحرم ربکم یعنی تحریم شرک واسارت والدین وغیرہ مبدل منہ اور ان کے نتائج ولوازمات[*] (عدم الشرک اور احسان بالوالدین وغیرہ جو مدخولات آن مصدریہ ہیں) بدل الاشتمال قرار دئے جاویں۔ اس تقدیر پر معنے یہ ہوگا: آؤ میں تمکو شرک واساءت والدین وغیرہ اخلاق رذیلہ کی حرمت بتاکر عدم الشرک (توحید) واحسان بالوالدین وغیرہ اخلاق جمیلہ کی تعلیم کروں۔

از مولوی ابو المجد عبد الصمد صاحب ندوی

از لکھنؤ

اس آیت پاک میں آن کے اندر دو احتمال پید ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ آن مفسرہ ہو۔ دوسرا یہ کہ آن ناصبہ مصدریہ ہو۔ دونوں احتمال پر غور کرکے اگر قاعدہ نحوی سے دیکھا جائے تو کسی احتمال میں اَلَّا تُشْرِكُوْا، حَرَّمَ کا مفعول نہیں ہوسکتا ہیں انشاء اللہ تعالےٰ ذیل میں دونوں احتمال کی واضح طریقہ سے تفسیر کرونگا۔ اور بقاعدہ نحوی اس بات کو ثابت کر دکھا دونگا کہ الا تشرکوا بہ کو حرم کا مفعول قرار دینا ایک صریحی دھوکہ اور مغالطہ[1] ہے۔ میں پہلے اس جگہ اُس احتمال کو نقل کرتا ہوں جس میں اَنْ مصدریہ ہونے کے باوجود

---

[*] کیونکہ ضروریہ مطلقہ کو مطلقہ عامہ لازم ہے۔

[1] ایسے سخت لفظ نہیں بولنے چاہئیں۔ مذاکرات اسی لئے جاری کئے گئے ہیں تو بولنے اور لکھنے میں سلف صالحین کا طریق سکھایا جائے۔ ہمکو زمانہ کی روش پسند نہیں۔ بلکہ سلف صالحین کی روش پسند ہے (ایڈیٹر)

AsliAhleSunnet.com

یہ حکم نہیں لگایا جا سکتا کہ الا تشرکوا حَرَّمَ کا مفعول ہے کیونکہ محل اَنْ تین حالتوں سے خالی نہ ہوگا یا وہ منصوب بعلیکم علے سبیل الاغرا ہوگا یا منصوب علے سبیل البدلیت (ما خبریہ سے ہوگا) یا بتقدیر لام مجرور علے سبیل الجار ہوگا۔ یا مرفوع علے سبیل الرفع ہوگا جس وقت کہ منصوب بعلیکم علے سبیل الاغرا ہوگا اُس وقت عبارت اُتْلُ عَلَیْکُمْ اَنْ لَّا تُشْرِکُوْا بِہٖ ہوگی اور جس وقت کہ منصوب علے سبیل البدلیت (ما خبریہ سے) ہوگا تو عبارت اُتْلُ اَلَّا تُشْرِکُوْا بِہٖ ہوگی اور جس وقت مجرور علی سبیل الجر بتقدیر لام ہوگا اُس وقت عبارت اُتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمْ لِاَنْ لَّا تُشْرِکُوْا بِہٖ ہوگی۔ اور جب مرفوع علے سبیل الرفع ہوگا تو عبارت اَلْمَتْلُوُّ اَلَّا تُشْرِکُوْا بِہٖ ہوگی۔ اب میں اَن مفسرہ کے احتمال کو نقل کرتا ہوں۔ اس پاک آیت کا استفہامیہ لفظ حَرَّمَ کا منصوب ہے اور جملہ ما حرم ربکم فعل اُتْلُ کا مفعول ہے چونکہ وہ معنے میں اُتْلُ اَیَّ شَیْءٍ حَرَّمَ رَبُّکُمْ کے ہے اور علیکم جار مجرور سے ملکر فعل اُتْلُ کے متعلق ہوگا لہذا صورت مذکورہ میں عبارت قُلْ تَعَالَوْا اُتْلُ اَیَّ شَیْءٍ حَرَّمَ رَبُّکُمْ عَلَیْکُمْ فَھُوَ اَلَّا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا ہوگی۔ اگر ہم اس کو تسلیم بھی کر لیں کہ الا تشرکوا حَرَّمَ کا مفعول ہے تو بھی کسی قسم کی خرابی اور فتور آیت کریمہ کے نظم معانی میں نہ آئیگا۔ آیہ کریمہ میں لا زائد ہوگا اس میں کوئی حرج نہیں۔ چونکہ کلام عرب میں اکثر حروف زائد آتے ہیں۔ جناب کو اس کی بہت سی مثالیں ملینگی لا زائدہ ہونے کی صورت میں آیہ کی ترکیب نحوی یہ ہوگی الا تشرکوا بہ بدل ہو جائیگا اُس ضمیر محذوف کا جو ما خبریہ کی طرف لوٹتی ہے اور ضمیر محذوف حَرَّمَ کا مفعول ہوگی۔ صورت مذکورہ میں عبارت یہ ہوگی اتل ما حرمہ ربکم علیکم ان تشرکوا بہ شیئا لہ

لہ لا کے زائد ماننے سے ساری آیت کی مشکل حل نہ ہوگی وبالوالدین احسانا۔ ای حرم علیکم احسانا بالوالدین وھو کما ترےٰ (ایڈیٹر)

از مولوی محمود صاحب بنارسی

بیشک ایسے مذاکروں کا جاری ہونا اہل علم کے لئے خصوصاً اور عام لوگوں کے لئے عموماً بہت مفید ہے۔ اہل علم کی نظریں ہمیشہ ایسے امور پر رہینگی جن سے علم کی اور ترقی ہوگی۔ اور عام لوگوں کو علم قرآن وحدیث کے نکات معلوم ہوتے رہینگے۔ جس سے اس کی عظمت بڑھیگی۔ ۱۹ ربیع الاول کے مذاکرہ کے متعلق میری بھی کچھ عرض ہے ؎

گر قبول افتد زہے عز و شرف

وہ یہ کہ آیت حَرَّمَ کی نسبت جو اکثر مفسروں کی یہ رائے ہے کہ لا زائد ہے ان لا تشرکوا میں؛ اور اس کے آگے لا مستتر ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ ٹھیک نہیں ہے اس لئے کہ قرآن شریف حشو و زوائد سے مبرا ہے اور فصیح زبان میں ہے اس لئے نہ زائد مان سکتے ہیں نہ پوشیدہ۔ بلکہ جو کچھ اس آیت میں ذکر ہے سب صحیح ہے۔ پس میں مختصر سا تبلا کر ناظرین سے رخصت ہوتا ہوں۔ وہ یہ کہ اس آیت قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمْ میں حَرَّمَ بمعنے اَمَرَ کے ہے۔ مطلب یہ کہ اُن باتوں کو پڑھوں جنکا حکم تمکو تمہارے پروردگار نے دیا ہے (مولٰینا ثناء اللہ صاحب نے اپنی دونوں تفاسیر (عربی اور اردو) میں یہی لکھا ہے)

بعض کہتے ہیں کہ حرم ربکم سے جملہ ختم ہے۔ اور علیکم سے علیحدہ جملہ چلتا ہے جیسے علیکم السلام یا بعض استفہام مراد لیتے ہیں۔ مگر یہ سب کچھ نہیں سب ڈھکوسلا ہے۔ قرآن شریف ان سب سے مبرا ہے۔

اب آئیے ایک ایسی بات بتاؤں جو سب سے اصح واعلےٰ درجہ کی ہے جسکو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح البخاری شریف میں فرمایا ہے کہ حَرَّمَ عربی لفظ ہے اور اس کے معنے حرام کے (جو مقابل ہے حلال کا) نہیں ہیں۔ بلکہ یہ لفظ حرم ایک قبیلہ عرب میں وَجَبَ کے معنے میں بولا جاتا ہے اور یہاں (یعنی اس آیت حَرَّمَ میں) اللہ عز و جل نے اس قبیلہ کے مستعمل لفظ حرم کو استعمال کیا ہے جو کہ ہر حیثیت سے صحیح ہے؛

ناظرین! اب بھی کسی قسم کا شک ہوگا۔ بعض لوگ لغت کے پیچھے پڑ جاتے ہیں تو وہ بھی سن لیں۔ کہ لغت میں بھی بتلایا ہے کہ حرم بمعنی وجب کے آتا ہے (ملاحظہ ہو صراح وغیرہ)

پس اب خود فیصلہ کر لیجیئے کہ کون صحیح ہے۔ اور کس کی رائے صائب ہے۔

میرے ناقص خیال میں دو باتیں صحیح معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو حرم بمعنے امر کے یہاں مستعمل ہے دوسرے حرم بمعنے وجب کے یہاں مستعمل ہے اور یہی سب سے زیادہ صحیح ہے بلکہ اصح ہے۔ باقی مفسروں کی اور رائیں اس کے متعلق جو ہیں وہ سب ضعیف ہیں اور ایک قسم کا نقص ہے جس سے کلام اللہ مبرا ہے۔ پس آیت شریف کا ترجمہ یوں ہوگا:۔

تو یہ کہدے (اے نبی علیہ السلام) آؤ میں تبلاؤں جو اللہ نے تمکو حکم کیا ہے (یا جو اللہ نے تم پر واجب کیا ہے) یہ کہ اللہ کے ساتھ شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور اولاد کو بھوک کے خوف سے قتل نہ کرو الخ

پوری آیت کا ترجمہ کر جائیے جو کہ بالکل صحیح ہوگا اور ایک فصاحت معلوم ہوگی۔

(خاکسار ابو المسعود محمود عفے عنہ واعظ اہلحدیث کانفرنس خلف مولانا محمد سعید مرحوم بنارسی)

از بزرگوار مولوی گل محمد صاحب

(از کدنہ ضلع مظفر گڈھ)

اس آیت شریفہ میں جو مشکل ہے اس طرح حل ہوگی کہ لفظ علیکم کو جار مجرور نہ بنایا جاوے بلکہ اسما افعال ناصبہ سے قرار دیا جاوے اور ان لا تشرکوا بہ شیئا مع توابع منصوب اسکا بنایا جاوے حرم ربکم کا مفعول خلافہا محذوف قرار دیا جاوے تقدیر عبارت آیت موصوفہ یوں ہونی چاہیے۔ قل تعالوا اتل کلمات اللّٰہ التی حرم ربکم خلافہا وھی علیکم ان لا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین

AsliAhleSunnet.com

احسانا - باقی رہا یہ سوال کہ حرم ربکم کا مفعول خلاصفہا کیوں نکالا گیا - اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ علیکم لزوم پر دلالت کرتا ہے - اور لازم کا خلاف حرام ہے

ایڈیٹر - اس توجیہ سے معنے آیت کہ بنیں یا نہ بنیں مگر قرآن نیا بنگیا ؛

از مولوی احمد ملتانی طالب علم مقیم دھلی

ترکیب نحوی کے بموجب الا تشرکوا مفعول ہے حرم کا - تو کیا معنے ہوا کہ تم پر خدا نے شرک نکرنا حرام کیا ہے (اعاذنا اللہ منہ)

جواب :- آتل جواب ہے امر (قل) کا ما موصولہ محل نصب میں ہے - یعنی موصول با صلہ آتل کا مفعول ہے حرم کا مفعول ضمیر محذوف ہے جو ما موصولہ کی طرف راجع ہے اور علیکم، حرم کے متعلق ہے نہ آتل کے کیونکہ یہاں مطلق تحریم کا بیان کرنا مقصود نہیں ہے اور جملہ ان لا تشرکوا بہ شیئا میں چار احتمال ہیں -

اول یہ کہ فعل تلاوت کی تفسیر ہے تقدیر عبارت یوں ہوگی اتل ما حرم علیکم ربکم بلفظ ھو لا تشرکوا بہ شیئا اس کی پانچ شرطیں ہیں - اس سے پہلے جملہ ہو - اس کے بعد جملہ ہو - پہلے جملہ میں معنی کا قول ہو - اس میں صریح قول نہو - آن پر حرف جار نہو جیسے کتبت الیہ ان لا تفعل - وَنَادَيْنَاهُ اَنْ يَا اِبْرَاهِيْمُ یعنے کتبت الیہ شیئا ھو لا تفعل ونادیناہ بلفظ ھو یا ابراھیم - اگر ان پانچ شرطوں میں سے کوئی شرط فوت ہو جائے تو وہاں آن تفسیریہ نہیں آسکتا - جیسے وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؛ ذکرت عندک عسجد ان ذھبا - وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا ؛ قلت لہ ان افعل - کتبت الیہ بان افعل ؛

دوم یہ کہ جملہ مذکورہ بہ تاویل مصدریہ ما (موصولہ) سے بدل ہے اور لا زیادہ ہے اور باقی جملے معنی میں

معطوف ہیں نہ لفظاً مثلاً جملہ وبالوالدین احسانا میں ماں باپ کے ساتھ احسان کرنیکا حکم دینا چاہتا ہے کہ عدم احسان حرام ہو جو حقیقتاً معطوف ہے لیکن عدم احسان کی حرمت سے مقصود احسان کا وجوب تھا اس لیے امر کی صورت میں بیان کیا گیا نہ نہی کی صورت میں - اسی طرح مابعد کو قیاس کریں - بلکہ میں کہتا ہوں کہ جملہ مذکورہ ان لا تشرکوا بہ شیئا میں یہی تقریر کیجائے اور لا کو زیادہ قرار نہ دیا جائے تو ممکن ہے

سوم یہ کہ جملہ مذکورہ بہ تاویل مصدر مبتدا محذوف کی خبر ہے - تقدیر عبارت یوں ہوگی المحرم علیکم ان لا تشرکوا بہ شیئا اور باقی جملے معنی معطوف ہیں کما مر -

چہارم یہ کہ جملہ مذکورہ مع مابعد بہ تقدیر اسم فعل علیکم یا الزموا مفعول ہے اور منصوب علی الاغراء ہے ؛

پس معنے صحیح (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ ادھر آؤ میں تمکو وہ چیزیں پڑھکر سناؤں جو تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کی ہیں (وہ) یہ کہ کسی چیز کو خدا کا شریک مت ٹھیراؤ - اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرتے رہو۔ اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ؛

ایڈیٹر - اس راقم کا مضمون محض اسکی حوصلہ افزائی کے لئے درج ہوا ہے - آئندہ کو سوچ سمجھکر لکھا کرو شاباش زندہ باش - بارہا لکھا گیا ہے اور اب بھی لکھا جاتا ہے کہ مذاکرات کو نووی کی شرح یا ابن جریر کی تفسیر نہ بنایا کریں بلکہ اپنا پسندیدہ قول لکھکر اُس کو مدلل کر دیا کریں - اپنا دعوے مدلل کر چکنے کے بعد ابطال نقیض کا اختیار ہے - یہ ٹھیک نہیں کہ جملہ شقوں کو لیکر یوں ہے یاں ہے کہنے لگیں ؛

تقابل ثلاثہ - توریت - انجیل اور قرآن کا مقابلہ قرآن مجید کی فضیلت کا ثبوت - عیسائیوں کی بحث کا انقطاعی فیصلہ - قیمت مع محصول صرف عمر الہام - الہام کی تشریح اور آریوں کی تردید - امر

وجود باری کا تصوّر

ملنا ترا اگر نہیں آسان تو سہل ہے
دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

وجود باری کا تصور کیوں مشکل ہے | ناظرین وجود باری کا تصور مشکل سے مشکل اور آسان سے آسان ہے شاید آپ میرے اس خیال سے متعجب ہوں کہ یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک ہی شے آسان بھی ہو اور مشکل بھی - مگر میں اس کی مثال دیتا ہوں وہ یہ کہ آفتاب نہایت روشن ہے لیکن اُس کی روشنی بھی نگاہ کو اسپر ٹھیرنے نہیں دیتی خفاش اُسکے دیکھنے سے بالکل عاجز ہے - عقل انسانی کی بھی حالت خدا کے ساتھ خفاش اور آفتاب سی ہے حواس خمسہ سے انسان کا ادراک شروع ہوتا ہے وہ لامسہ، شامہ، ذائقہ، سامعہ اور باصرہ سے اشیاء کا احساس کرتا ہے - شروع صرف حس کا سہارا پکڑنا پڑتا ہے جب تک کوئی مادی شے سامنے موجود نہو ادراک اپنا کام نہیں کرتا - پھر رفتہ رفتہ اسقدر ترقی کر لیتا ہے کہ مادی شے کی صورت متخیلہ قائم ہو جاتی ہے - یہ مادہ سے تجرد کا پہلا درجہ ہے - پھر اس جزئیات سے کلیات کی طرف جاتا ہے - اور کلیات اگرچہ مادہ سے الگ ہوتے ہیں - مگر چونکہ کلیات جزئیات سے پیدا ہوتے ہیں اور جزئیات صرف بذریعہ حواس خمسہ؛ اس لئے حواس کا توسط پھر بھی باقی رہتا ہے - خلاصہ یہ کہ حواس کا توسط فطرت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اور تمام عمر باقی رہتا ہے - اس واسطے کسی شے کا تعلق پیدا کرنا جو محض مجرد ہو اور جس کے ادراک میں حواس ذرا بھی کام نہ کریں محالات سے ہے - اور یہی سبب ہے کہ انسان خدا کا تصور بہت مشکل سے کر سکتا ہے کیونکہ خدا مجرد ہی نہیں بلکہ مجرد محض ہے جس کو حواس سے ذرا بھی سروکار نہیں - ہاں صاحب نظر اسبات کی کوشش کریں کہ ادراک کو حواس سے الگ کریں اور صرف ایسی اشیاء کا تصور کریں جو مادہ سے بری ہیں - مثلاً کلیات - عقول روح وغیرہ وغیرہ کا

AsliAhleSunnet.com

تو ان معقولات کی ممارست اور مزاولت سے رفتہ رفتہ ممکن ہے کہ وہ یہ حالت پیدا کر لیں کہ مجرد محض کا تصور امکان کی حد میں آجائے اور پھر ترقی کرتے کرتے اس کا یقین کامل بھی حاصل ہو جائے۔

جزئیات اور کلیات میں ایک فرق بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ جزئیات بدلتے رہتے ہیں اور اس سے اُن کا علم بھی متغیر ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً ایک شخص ہمارے روبرو بیٹھا ہے۔ اگرچہ ہم نہیں دیکھتے مگر اُس کے بدن کے اجزاء ہر وقت فنا ہو رہے ہیں اور اُن کی جگہ نئے اجزاء چڑھ رہے ہیں اسی کو بدل ما یتحلل سے فلاسفر تعبیر کرتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ جزئیات کا علم مستقل اور پائدار علم نہیں ہو سکتا۔ برخلاف اس کے کلیات میں تغیر اور انقلاب نہیں ہوتا۔ زید۔ بکر۔ عمر کی انقلابی حالت سے نفس انسان میں کوئی فرق نہیں آتا اور اس طرح جو چیز مادہ سے جس قدر بری ہو گی وہ اسی قدر انقلاب سے بری ہو گی جس سے اسکا ادراک بھی متغیر اور متبدل سے بری ہو گا اور اس بناء پر کلیات کا علم جزئیات سے اعلےٰ و اکمل ہے۔

بیان متذکرہ بالا سے یہ اچھی طرح آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ خدا کا ادراک جس قدر انسان کو ہو سکتا ہے وہ بھی انہی لوگوں سے وابستہ ہو سکتا ہے جنھوں نے محسوسات سے ترقی کرتے کرتے اس سے نکل کر محض معقولات سے استقدر کام لیا ہو کہ کسی اشیاء کے تصور کرنے میں انکو مادہ اور حواس سے کام نہ لینا پڑتا ہو۔

(عبد المجید مسجد ستی غازیپور)

نبوت اور خلافت عامہ

یہ مضمون انجمن اہلحدیث جہلم کے عام جلسہ منعقدہ ۱۵-۱۶-۱۷ جنوری ۱۵ء میں سُنانے کے لئے لکھا تھا لیکن اس کو سُنانے سے قبل تین طویل تقریریں کرنے سے خاکسار کا گلا بیٹھ گیا اور یہ مضمون سُنا نہ سکا۔ لہذا اب بذریعہ اخبار ہدیہ ناظرین ہے۔

(ابو الفدا سیالکوٹی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفےٰ

اہلحدیث کانفرنس

میں

اہلحدیث ڈبل

خاکسار ایڈیٹر بمجبوری اور ضروری کاموں کے لئے ۲۷ فروری سے ۲۰ مارچ تک سفر کرنے پر مجبور ہوا۔ اسی میں مدرسہ احمدیہ آرہ کا جلسہ بمقام سیتا مڈھی ہے۔ اور اسی میں اہل حدیث کانفرنس کا۔ یہ بھی دل نے نہ چاہا کہ اس مشغولی میں ناظرین کی حق تلفی ہو۔ اس لئے ڈبل نمبر ۱۲۔ اور ۱۹ مارچ کا پرچہ بھیجا ارسال ہے اہلحدیث کوئی ملکی اخبار نہیں۔ بلکہ مذہبی پرچہ ہے۔ اس لئے اس کی پیشگی میں وہ بے لطفی نہیں جو ملکی اخباروں میں خبروں کے نہ ہونے سے ہوتی ہے اس مجبوری اور قومی کاروضروری کی وجہ سے امید ہے ناظرین معذور تصور فرماویں گے۔

(ابو الوفاء)

انسان کمالات انسانیہ کے حاصل کرنے اور خدائیتعالیٰ کی صفات کمال اور اُس کی عبادت کے طریق اور اُس کی رضا و ناراضگی کے اسباب معلوم کرنے اور نظام وجودی میں قانون عدالت کے مقرر کرنے میں تعلیم آسمانی کا ایسا محتاج ہے کہ بغیر رسول برحق اور نبی صادق کی تعلیم کے اس کو کوئی راہ نہیں مل سکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر مستقل بولی والی امت میں اُن کی زبان کا رسول پیدا کیا جس نے اُن کو امور مذکورہ کی ہدایت کر کے صلاح معاش و صلاح معاد کا صحیح طریق بتایا۔ چنانچہ فرمایا:۔

وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِیۡ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَاجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ (پ۱۴ نحل)	ہم نے ہر امت میں ایک رسول پیدا کیا کہ اللہ (واحد) کی عبادت کرو اور طاغوت (غیر خدا) سے پرہیز کرو۔

نیز فرمایا:۔

وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوۡلٌ (پ۱۱ یونس)	ہر امت کے لئے ایک رسول ہوا ہے۔

نیز فرمایا:۔

وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیۡہَا نَذِیۡرٌ (پ۲۲ فاطر)	کوئی امت ایسی نہیں ہوئی کہ اس میں ایک ڈرانیوالا نہ گزرا ہو۔

نیز فرمایا:۔

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِہٖ لِیُبَیِّنَ لَہُمۡ (ابراہیم پ۱۳)	ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اُسکی قوم کی زبان میں تاکہ اُن کو (احکام الٰہی) واضح کر کے بتائے۔

یہی وجہ ہے کہ ہم روئے زمین کے جملہ مذاہب کے لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے مذہب کے حقانی ہونے کی یہ صورت بتاتے ہیں کہ وہ ربانی ہیں۔ اور نیز یہ کہ ہر مذہب و ملت میں خدا تعالیٰ کی عبادت اور اعمال صالحہ کے کرنے اور بدکاریوں اور ظلم سے بچے رہنے کی تعلیم ضرور پائی جاتی ہے۔

پیغمبر برحق کے بعد درازی زمانہ کے سبب توحید کے ساتھ شرک مل گیا اور لوگوں نے اپنے عہد کے رسول برحق کی تعلیم و ہدایات کو چھوڑ کر بدعات اختیار کر لیں حتے کہ بعد کی نسلوں میں دین کی صورت مسخ ہو گئی۔ پس تجدید دین اور محو بدعات کے لئے شریعت کی تکمیل تک سلسلہ نبوت جاری رکھنا مناسب تھا چنانچہ فرمایا:۔

(۲۹۹)

AsliAhleSunnet.com

وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا (یونس پ ۱۱)

سب لوگ ایک ہی امت تھے پھر اُنہوں نے اختلاف (شروع) کر دیا۔

نیز فرمایا:۔

وَقَالَ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (پ ۲ بقرہ)

سب لوگ ایک ہی امت تھے (اُنہوں نے اختلاف کیا) تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو بشارت سُنانے اور ڈر سنانے والے کرکے بھیجا اور اُن کے ساتھ کتاب برحق بھی نازل کی کہ وہ ان امور میں جن میں لوگوں نے اختلاف کیا فیصلہ کرے اور اختلاف کیا تو اُن ہی لوگوں نے کیا جن کو وہ کتاب ملی تھی (اور وہ بھی آپس کی) سرکشی کی راہ سے (کیا)۔ (باوجود) روشن دلائل آ چکنے کے بعد۔ پس خدا نے اُن لوگوں کو جو ایمان لے آئے وہ حق جس میں وہ اختلاف کرتے تھے اپنے حکم سے سمجھا دیا۔

اس آیت میں سلسلۂ نبوت کے جاری رکھنے کی وجہ یہ بیان ہوئی ہے کہ نبی برحق کے بعد اس کی امت نے دین حق میں اختلاف کیا تو اُس اختلاف کو مٹانے کے لئے دوسرا نبی برپا کیا حتیٰ کہ آخری نبی سب اختلافات کو مٹانے والا آیا۔ چنانچہ فرمایا:۔

وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ (نحل پ ۱۴)

(اے پیغمبر) ہم نے (خاصکر) تیری طرف اس لئے کتاب نازل کی ہے کہ تو اُن لوگوں کو وہ امر واضح کرکے بتائے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

دوسری وجہ سلسلۂ نبوت کے اجرا کی یہ ہے کہ دنیا کا تمدن ناقص رہنے اور لوگوں کے باہمی ربط و ضبط کے نہ ہو سکنے اور دور دراز جگہوں کی آمد و رفت کی صعوبت کے سبب ایک نبی کی دعوت دنیا کے تمام علاقوں کے لئے کافی نہیں تھی اسلئے خدا تعالیٰ نے ہر امت میں ایک نبی مبعوث کیا جیسا کہ شروع مضمون میں گزر چکا کہ ہر امت میں ایک رسول بھیجا۔

تیسری وجہ جس سے سلسلہ نبوت کا جاری رکھنا ضروری تھا یہ ہے کہ جب دنیا کا تمدن کمال کو پہنچا اور دور دست علاقوں کے باہمی میل جول کی صورت نہیں بنی تو ظاہر ہے کہ کوئی ایک زبان ایسی مقرر نہیں ہو سکتی جس میں وہ سب اپنے خیالات کا تبادلہ کریں۔ پس جس علاقہ میں کوئی نبی برپا کیا جائے اُس کی زبان دوسری زبان والوں کے لئے نصاب تبلیغ نہیں ہو سکتی اور وہ احکام الٰہی کی تعلیم حاصل نہیں کر سکتے۔ اسی لئے فرمایا کہ ہر امت میں اُن کی تفہیم کے لئے اُن کی اپنی زبان کا رسول بھیجا۔

چوتھی وجہ سلسلۂ نبوت کے اجرا کی یہ ہے کہ ہر نبی کے عہد میں اُس کی قوم نے انکار و تکذیب میں ایسی ضد کی کہ وہ نبی کے سامنے ہلاک کر دی گئی۔ مثلاً قوم نوح و ہود علیہما السلام۔ یا وہ فرمانبرداری و اطاعت میں ایسے قاصر رہے کہ اُن پر پوری شریعت کا بوجھ رکھنا مناسب نہ ہوا۔ لہٰذا تکمیل شریعت کی صورت نہ بن سکی۔ مثلاً قوم موسےٰ و عیسےٰ علیہما السلام۔ کہ پہلی قوم اطاعت میں قاصر رہی اور دوسری میں بہ سبب اُن کے ضعف کے امور سیاست کی تکمیل نہ ہو سکی۔

یہ سلسلہ نبوت جاری رہا حتیٰ کہ سید المرسلین خاتم النبیین کی مبارک آمد سے سب ضرورتیں پوری ہو گئیں اور باب نبوت من کل الوجوہ مسدود کر دیا گیا۔ چنانچہ تکمیل شریعت کی نسبت فرمایا:۔

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي (مائدہ پ ۶)

آج (اس عہد محمدی میں) ہمنے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔

یہ آیت عرفات کے میدان میں بروز جمعہ حج کے موقع پر نازل ہوئی جس کے بعد آپ کچھ کم تین مہینے اس دنیا میں رہے۔ اور دین کو ہر طرح سے کامل و مکمل کرکے رخصت ہوئے۔ اب آج تک آپ کے بعد کوئی ایسا امر جزوی یا کلی پیش نہیں آیا۔ جس کا حکم تفصیلی یا اصولی قرآن مجید یا آپ کی سنت مطہرہ میں نہ مل سکے۔ اور نہ زمان آئندہ میں پیش آئیگا۔ کیا تدین کیا تمدن کیا تہذیب نفس و اخلاق کیا تدبیر منزل و سیاست ملکی کیا عبادات و حقوق خدا کیا معاملات و حقوق بندگان غرض ہمامر میں خدا کی پاک کتاب قرآن مجید اور اُس کے نبی برحق کی سنت مطہرہ ہمارے لئے کافی رہبر ہیں۔ انہی دونوں کے بھروسے پر ہم نہایت استغنا سے کہہ سکتے ہیں ؎

قرآن و حدیث تجھکو بس ہے
کچھ اَور کی ناحق تجھے ہوس ہے

اسی طرح حفاظت قرآن کی نسبت جو بر حفاظت شریعت اور بوقت اختلاف حق کے واضح اور ثابت رہنے کی بنیاد ہے فرمایا:۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (پ ۱۴ حجر)

ہم ہی نے اس ذکر (قرآن) کو اُتارا ہے اور ہم ہی اس کے حافظ ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اس کے نزول سے آج تک برابر ہر زمانہ میں بے شمار حفاظ بڈھے، جوان اور بچے، مرد و عورت، امیر و غریب، لکھے پڑھے، عالم و فاضل اور ان پڑھ، غرض ہر طرح کے لوگ اور ہر طبقے کے اشخاص ہوتے چلے آئے ہیں جنکو قرآن شریف نوک زبان اور بر نقش و رہا ہے۔ اور ہم نہایت جزم و زور دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ دنیا میں سوائے قرآن شریف کے کوئی ایسی کتاب نہیں جو اوّل سے آخر تک لفظاً لفظاً اور حرفاً حرفاً با اعراب و حرکات مقررہ محفوظ و مضبوط ہو۔ اور اپنے زمانہ نزول سے سینکڑوں برس بعد تک اپنی اصلی حالت پر قائم رہی ہو۔ لہٰذا اگر اس امت محمدیہ

AsliAhleSunnet.com

میں کسی قسم کا اختلاف پڑے تو اُس اختلاف سے بچنے کے لئے اور حق بات کے تحقیق کرنے کے لئے ہر وقت قرآن کریم کی طرف رجوع ہو سکتا ہے لطف یہ کہ حفاظت قرآن کے ساتھ خدا تعالےٰ نے اس دین متین کے ارکان کو بھی بطریق تعامل برابر محفوظ رکھا ہے۔ اس کے ارکان پر ہر زمانے میں عمل ہوتا چلا آیا ہے جس سے کسی طرح سے دین میں خلل پڑنے کا اندیشہ باقی نہیں رہا۔ کلمہ شہادت۔ نماز۔ روزہ حج اور زکوٰۃ کی نسبت کوئی ایسا زمانہ نہیں پایا گیا کہ یہ دنیا سے متروک ہو گئے ہوں۔ ہر ملک ہر شہر ہر قصبے میں جہاں مسلمانوں کی آبادی ہے اُن کی تعمیل جاری ہے۔ برخلاف دیگر مذاہب کے کہ اُن کے ارکان عملاً محفوظ نہیں رہے اور اب جو کچھ بھی اُن کی صورت ہے وہ بالکل مسخ شدہ ہے۔ اصل کو نقل اور سنت کو بدعت سے تمیز کرنا نہایت دشوار بلکہ ناممکن ہو گیا ہے۔ بیشک جو دین یا رسم عملاً متروک ہو جائے تھوڑے عرصہ تک اُس کا نابود ہو جانا بعید نہیں۔

اس موقع پر میں اس بات کے اظہار سے نہیں رہ سکتا کہ آں حضرت صلعم کی ہر علمی سنت مطہرہ کے لئے ضروری ہے کہ اُسے عملی طور پر کر کے دکھلایا جائے تاکہ وہ زندہ رہے۔ اور متروک ہوتے ہوتے مردہ نہ ہو جائے۔ گو لوگ اس سے نوجہ ناواقفی کے مسخ کریں۔ اور ہدف ملامت بنادیں۔

اب میں پھر اپنے اصل مضمون پر آتا ہوں کہ ہم آں حضرت صلعم کے عہد سعادت سے دنیا کے تمدن اور لوگوں کے میل جول اور مختلف ممالک میں ذرائع سفر کے متعلق عظیم انقلاب پاتے ہیں۔ اسلامی زمانے سے فتوحات کا سلسلہ بھی نئی صورت میں شروع ہوا۔ جس سے عربی زبان دنیا کے لئے تبادلہ خیالات کا ذریعہ ہو گئی اور تبلیغ دین نے باحسن وجہ کمال پایا۔ ہر ملک و ہر زبان میں اسکی اشاعت ہوئی اور دنیا کا کوئی حصہ اس سے خالی نہ رہا۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے آں حضرت صلعم کو دعوت عام سے ممتاز کر کے کل دنیا عرب و عجم کیلئے رسول برپا کیا۔ چنانچہ فرمایا:۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (اعراف پ ۹)	(اے نبی النبے) کہدو۔ اے تمام لوگو! میں تم سب کیطرف خدا کا رسول ہوں

نیز فرمایا:۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا (پ ۲۲ سبا)	ہم نے تو تجھے تمام لوگوں کے لئے بشیر و نذیر کر کے بھیجا ہے اور بس۔

اسی معنے میں آں حضرت صلعم نے بھی فرمایا:۔

کان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ و بعثت الی الناس کافۃ (صحیح بخاری صــ۵ــ)	یعنے ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا رہا ہے۔ اور میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔

چنانچہ یہ امر قرآن شریف سے اس طرح بھی واضح ہو سکتا ہے کہ ہر نبی کو اُس کی مخصوص قوم کی طرف بھیجنا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ عیسے علیہ السلام کی نسبت فرمایا وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ (آل عمران پ ۳) نیز اُن کی زبانی فرمایا۔ وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ (صف پ ۲۸) جب عیسے بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہو کر آیا ہوں۔

اسی طرح جناب موسیٰ علیہ السلام کی نسبت فرمایا:۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (ابراہیم پ ۱۳)	ہم نے موسے کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے نور کی طرف نکال لاؤ۔

اور اس آیت سے پیشتر آں حضرت صلعم سے خطاب کر کے فرمایا:۔

الر كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (ابراہیم پ ۱۳)	(اے پیغمبر) یہ کتاب تیری طرف اس لئے اتاری ہے کہ تو عام خلقت کو اندھیروں سے نور کیطرف نکال لائے

غرض آں حضرت صلعم کے سوائے سب نبی محدود امت اور محدود زمانے کے لئے مبعوث کئے گئے لیکن آں حضرت صلعم سب دنیا اور ہمیشہ کیلئے نبی کئے گئے جب یہ بات طے ہو چکی کہ آں حضرت صلعم تکمیل شریعت کے بعد اس دنیا سے رخصت ہوئے تو ظاہر ہے کہ اب تکمیل شریعت کی ضرورت کے لئے کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں رہی۔ اور یہ بھی بیان ہو چکا کہ قرآن شریف تحریف و تبدیل اور کمی بیشی سے بالکل محفوظ چلا آیا ہے۔ اور رہیگا۔ تو اب کتاب آسمانی کے ظاہر رہنے کے لئے بھی کسی نئے نبی کی ضرورت نہ رہی اور یہ بھی ظاہر ہو چکا کہ آں حضرت صلعم تمام دنیا کے لئے نبی ہیں اور آپ کی دین کی اشاعت و تبلیغ دنیا کے ہر قطعہ پر ہو چکی ہے تو مختلف قوموں کو دین حق کی طرف بلانے کے لئے بھی کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں رہی۔ پس خدا تعالےٰ نے ختم نبوت کی سیادت و شرافت کی چادر آں حضرت صلعم کو پہنائی۔ اور فرمایا:۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَٰكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (احزاب پ ۲۲)	محمد تم میں سے کسی بالغ مرد کے باپ نہیں ہیں وہ خدا کے رسول ہیں اور (رخصوں کی مہر یعنی سب) پیغمبروں کے آخر

میں ہیں اور اللہ تمام چیزوں سے واقف ہے۔

اس آیت مبارکہ کو خدا تعالیٰ نے اس بات پر ختم کیا ہے کہ میں ہر ایک چیز سے واقف ہوں۔ یعنی جانتا ہوں کہ اس نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد نبوت میں سب ضرورتیں پوری ہو چکی ہیں اور خبر رسانی کے آسان ذرائع تار۔ ڈاک وغیرہ۔ اور مختلف ممالک میں آسانی سے سفر کر سکنے کے وسائل ریل و جہاز وغیرہ کثرت سے رائج ہو جائینگے۔ اور اس کی تبلیغ اور رسالت کی خبر ہر ایک کے کان میں پہنچ جائیگی اور عربی زبان شاہی زبان ہو کر کل متمدن دنیا کے کانوں میں پہنچ جائیگی۔ لہٰذا آپکو کل دنیا کے لئے نبی کیا گیا۔ اور آپ پر نبوت ختم کر دیگئی کہ آئندہ کوئی نیا نبی پیدا کرنے کی ضرورت نہ رہی اللھم صل علے محمد و علی آل محمد۔

AsliAhleSunnet.com

آں حضرت صلعم پر نبوت کا ختم ہونا آپ کے سید المرسلین ہونے کی ایک دلیل ہے۔ چنانچہ آپ خود اُسے امور فضیلت میں شمار کرتے ہیں۔

چنانچہ صحیح مسلم شریف میں وارد ہے۔

فُضّلت علی الانبیاء بستٍ الیٰ ان قال وختم بی النبیون (مشکوٰۃ صفحہ ۵۰۳)	میں دیگر انبیاء علیہم السلام پر چھ باتوں سے فضیلت دیا گیا ہوں، یہاں تک کہ فرمایا۔ اور میرے (آنے) سے نبی ختم کئے گئے؛

صاف ظاہر ہے کہ ختم نبوت کو آں حضرت صلعم نے امور فضیلت میں شمار کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نقطۂ اختتام وہ ہوتا ہے جہاں سب کمال انتہا کو پہنچ جاتے ہیں اور مدارج ترقی سب طے ہو جاتے ہیں۔ اس سے آگے کوئی درجہ کمال کا نہیں رہتا جیسا کہ چاند پہلی رات کو نہایت باریک نظر آتا ہے پھر رفتہ رفتہ ہر رات کو بڑھتا رہتا ہے حتیٰ کہ چودھویں رات کو بالکل پورا اور کامل ہو جاتا ہے اور اس کا نام بدر کامل یا پورنماشی یا فل مون؛ moon ہوتا ہے اس سے آگے اسکی ترقی کا کوئی درجہ باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح جب آں حضرت صلعم پر شریعت کامل کی گئی اور نبوت ختم کی گئی تو اس کے یہ معنے ہوئے کہ قمر اسلام جو آدم علیہ السلام کے وقت میں ہلال کی صورت میں نمودار ہوا۔ اب عہد محمدی میں بدر کامل کے رتبے پر پہنچ گیا۔ بس سب مراتب طے ہو گئے اور اب نبوت کے مدارج میں سے کوئی رتبہ ایسا باقی نہیں رہا جو اپنی انتہائی ترقی اور غایت کمال تک نہ پہنچ چکا ہو۔ پس اب نبوت ختم کی گئی۔

یہی وجہ ہے کہ آں حضرت صلعم نے اپنے بعد کے لاعبین نبوت کی تردید کے لئے ایک ہی جامع بات کہدی کہ ان کے جھوٹے ہونے کی دلیل یہی کافی ہے کہ وہ میرے بعد نبوت کے مدعی ہوتے ہیں حالانکہ نبوت ختم ہو چکی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں وارد ہے

لا تقوم الساعۃ حتیٰ یبعث دجالون کذابون قریبا من ثلاثین کلھم یزعم انہ رسول اللّٰہ (صفحہ ۱۰۴۹ جلد ثانی)	قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ قریباً ۳۰ جھوٹے فریبی برپا ہولیں اُنمیں کا ہر ایک یہی ادعا کریگا کہ میں رسول اللہ ہوں؛

اُس مدعی نبوت جماعت میں سے ہمارے زمانہ میں بھی ایک شخص نے دعوے کیا لیکن ایسی ہشیاری اور چالاکی سے کہ کم علم اور بھولے مسلمانوں کو اس بات کا خیال تک نہ آئے کہ وہ انہی تیس مدعیانِ نبوت میں سے ہے؛

وہ ہشیاری یہ ہے کہ آیت ختم نبوت کے مفہوم میں پیچیدگیاں ڈالدیں اور اس سے خدا ورسول کی مراد کے برخلاف کچھ اَور مراد بتائی۔ صرف اسلئے کہ کسی طرح تیس دجالوں کی حدیث کے مصداق بننے سے بچ جائے۔ لیکن آں حضرت صلعم کے پاک کلمات ایسے نہیں ہوتے کہ کوئی شخص انکو صحیح مراد سے پھیر کر اپنی غلط بیانی میں کامیابی حاصل کر سکے۔ چنانچہ ہم اس کی غلط بیانی کی صورت بیان کرکے اس کی تردید تین طریق سے خود حدیث نبوی ہی سے کرینگے؛

اس بندۂ خدا نے کبھی تو ختم نبوت سے یہ مراد بتائی کہ بیشک سب مراتب کمال آں حضرت صلعم پر ختم ہو گئے۔ لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ نبوت کا باب منکل الوجوہ مسدود ہو گیا۔ بلکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ کوئی شخص بغیر آں حضرت صلعم کی تابعداری کے کمال پر نہیں پہنچ سکتا۔ اور آں حضرت صلعم کی تابعداری میں ایک یہ کمال ہے کہ جب آدمی کو فنا فی الرسول کا مرتبہ حاصل ہو جائے تو وہ آں حضرت صلعم کے ظل میں ہو کر خطاب نبی کے لائق ہو جاتا ہے۔ اور کبھی یہ مراد بتائی کہ آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے کے یہ معنے ہیں کہ آپ سب انبیاء کی نبوت پر مُہر یعنی اُن کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ پس اس آیت سے نبوت کے بند ہو جانے کی دلیل پکڑنی صحیح نہیں۔

اَوّل تو ان کی دونوں تاویلیں غلط ہونے کے علاوہ باہم متخالف بھی ہیں۔ کیونکہ پہلی تاویل کے رو سے مستقل نبوت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور صرف برائے نام لفظ نبوت باقی رہجاتا ہے گو وہ بھی غلط ہے اور دوسری کے رو سے دروازۂ نبوت بالکل کھلا رہتا ہے۔ اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی بالاستقلال انبیاء مبعوث ہو سکتے ہیں۔ اور ان میں تخالف ظاہر ہے۔

اب ان دونوں تاویلوں کا تفصیلی جواب سُنئے کہ نبوت و رسالت سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کسی شخص کو اپنے پاس سے علم و پیغام دیکر حکم کرے کہ وہ دوسرے لوگوں کو پہنچائے۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کے معنے یہی ہیں کہ اب ایسا پیغام جس کا تعلق بندوں اور خدا تعالیٰ کے درمیان ہو خدا تعالیٰ بعد آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی شخص کو دیکر مبعوث نہیں کریگا۔ پس نبی ظلی، بروزی وغیرہ جدید اصطلاحات محض عوام الناس کو دھوکا دینے کے لئے ہیں اور بالکل باطل ہیں۔ خدا تعالیٰ نے کبھی بھی کسی نبی کو اس صورت میں کسی قوم کی طرف نہیں بھیجا؛ بلکہ جس کو بھیجا مستقل طور پر اُسے اپنے پاس سے علم و پیغام دیا۔ اور خاص خطاب سے کسی قوم کی طرف ارسال کیا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہر نبی کے ذکر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ دیگر یہ کہ نبوت ایک وہبی امر ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی بخشش اور اُس کے اپنے انتخاب کے متعلق ہے۔ اکتسابی نہیں کہ ریاضت و مشق سے حاصل ہو سکے۔ اس امر کو میں ذرا واضح کرنا چاہتا ہوں۔

انتخاب رسالت کی نسبت خدا تعالےٰ نے اپنا دستور ذکر کیا۔

اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ (حج پ ۱۷)	اللہ خود فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے اپنے رسول چنتا ہے؛

نیز فرمایا۔

یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ (پ ۱۴ نحل)	خدا تعالیٰ خود اپنے امر سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے ملائکہ کو روح (وحی) کیساتھ نازل کرتا ہے؛

نیز فرمایا:۔

يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ (مومن پ۲۴)	اپنے بندوں میں سے جسپر چاہتا ہے اپنے اختیار سے وحی بھیجتا ہے تاکہ وہ (پیغمبر) روز قیامت سے ڈرائے۔

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ نبوت خدا کی خاص بخشش ہے۔ اکتسابا حاصل نہیں ہو سکتی۔ پس مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ فنا فی الرسول کے درجہ میں نبوت مل جاتی ہے۔ درست نہ ٹھہرا۔

دیگر یہ کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ختم نبوت کو اپنی فضیلت کی دلیل گردانا ہے اور ظاہر ہے کہ فضیلت کا دعوے اسی امر میں درست ہو سکتا ہے جو مدعی کو حاصل ہو اور دوسرے کو جسپر فضیلت کا دعوے کیا گیا ہے حاصل نہ ہو۔ ورنہ ترجیح بلامرجح لازم آئیگی جو جائز نہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ تصدیق رسل ایسی صفت ہے جو ہر نبی کو اپنے سے پیشتر کے انبیاء کی تصدیق سے حاصل ہے جیسا کہ حضرت عیسے علیہ السلام کی زبانی فرمایا إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ (صف پ۲۸)

وجہ اس کی یہ ہے کہ جس طرح ہر پچھلے امتی پر واجب ہے کہ انبیاء سابقین کی تصدیق کرے اسی طرح ہر نبی پر بھی واجب ہے کہ اپنے سے پہلے انبیاء کی تصدیق کرے۔ پس جب آں حضرت صلعم اور انبیاء سابقین تصدیق انبیاء سابقین میں مساوی ہوئے تو ختم نبوت اس معنے کے رو سے کہ اس سے مراد تصدیق مرسلین ہے آں حضرت صلعم کا خاصہ اور آپ کے لئے وجہ فضیلت نہیں ہو سکتی۔ لہذا مرزا صاحب کا کہنا باطل ہوا۔ اگر کہا جائے کہ آں حضرت صلعم سے پیشتر جب کسی نبی نے کسی کی تصدیق کی تو کل انبیاء میں سے بعض کی کی۔ کیونکہ ان سے پہلے کل میں سے بعض تھے نہ کہ تمام۔ تو اس کا جواب یہ ہے سے

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

بس اب تو معاملہ ہی طے ہو گیا۔ کیونکہ یہ صورت تو ہی قائم ہو سکتی ہے جب آں حضرت صلعم سب کے آخری نبی ہوں۔ اور اگر آپ کے بعد بھی کوئی نیا نبی ہونا جائز ہو تو پھر بھی تصدیق کل مرسلین آپکا خاصہ نہیں رہتا۔ حالانکہ حدیث میں یہ وصف آں حضرت صلعم کا خاصہ ذکر کیا گیا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ تیس دجالوں کذابوں والی حدیث میں ان مدعیان نبوت کے ابطال دعوےٰ میں آں حضرت صلعم نے سوائے اس کے کوئی وجہ قرار نہیں دی کہ وہ مدعی نبوت ہونگے۔ اور یہ وجہ ابطال دعوے میں اسی صورت میں پیش ہو سکتی ہے کہ آں حضرت صلعم کے بعد کوئی دوسرا نبی بننا جائز نہ ہو۔ ورنہ آں حضرت صلعم کی دلیل ناتمام رہیگی اور یہ درست نہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ختم نبوت کے معنے خود آں حضرت صلعم نے صحیح بخاری میں اس طرح مروی ہیں:۔

عن ابی هريرة عن النبی صلے الله عليه وسلم قال كانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء كلما هلك نبی خلفه نبی وانه لا نبی بعدی الحديث (بخاری مصری جلد ثانی صفحہ ۱۶۵)	ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آں حضرت نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست بھی انبیاء کے سپرد تھی۔ جب ایک نبی فوت ہوتا تھا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہو جاتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

اس حدیث میں صاف مذکور ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ کیونکہ لا کلمہ نفی جنس کا لفظ نبی نکرہ پر داخل ہوا ہے جو ہر جدید نبی کی نفی کرتا ہے۔ اس میں کوئی تمیز نہیں کہ صاحب شریعت نبی آنا منع ہے لیکن غیر تشریعی نبی منع نہیں۔ جیسا کہ مرزا صاحب نے یہ بھی عذر کیا ہے کیونکہ لفظ نبی کا مصداق جیسا تشریعی نبی ہے ویسا ہی غیر تشریعی بھی ہے قرآن و حدیث میں اس کے استعمال میں یہ فرق نہیں کیا گیا بعض نادان یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن میں خاتم النبیین آیا ہے۔ خاتم المرسلین نہیں آیا اسلئے آں حضرت صلعم کے بعد رسول آسکتا ہے نبی نہیں آسکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں نبی اور رسول کا مصداق ایک ہی ہے۔ ان میں ہرگز کوئی فرق نہیں۔ چنانچہ فرمایا:۔

وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِنْ نَبِيٍّ فِي الْأَوَّلِينَ (زخرف پ۲۵) نیز فرمایا:۔ موسیٰ علیہ السلام کی نسبت:۔

وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا اور ساتھ ہی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسبت فرمایا وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا حالانکہ موسے علیہ السلام صاحب شریعت نبی تھے۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام صاحب شرع نہ تھے نیز فرمایا:۔

قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنْبِيَاءَ اللَّهِ مِنْ قَبْلُ (بقرہ پ۱)

اور انہی انبیاء مقتولین کی نسبت فرمایا:۔

قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ (آل عمران پ۴)

اس تفصیل سے بالکل واضح ہو گیا کہ ختم نبوت کے یہی معنے ہیں کہ نبوت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ اور اب کوئی جدید نبی پیدا نہیں ہوگا۔ ہاں اس امر میں ایک خدشہ باقی رہ گیا کہ ہم عیسے علیہ السلام کی دوبارہ آمد کے معتقد ہیں اور وہ نبی ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ جدید نبوت سے نہیں آئینگے بلکہ اسی نبوت سے جو اُن کو آں حضرت صلعم سے پیشتر مل چکی ہے۔ پس اُن کو نبوت کا ملنا آں حضرت کے بعد نہ ہوا۔ اور اس کی علت میں اپنے مضمون حیات مسیح میں مفصل بیان کر چکا ہوں۔

ختم نبوت کا مضمون صاف کر چکنے کے بعد اب میں مضمون کے دوسرے حصے خلافت کبریٰ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

اس کے لئے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ نبی کے کیا فرائض ہیں۔ تاکہ پھر اس کے خلیفہ کے فرائض معلوم ہو سکیں۔

انبیاء کی بعثت سے مقصود یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات کمال کی معرفت علاوہ رضا و ناراضگی کے

(۳۲)

AsliAhleSunnet.com

اسباب اور اُس کی عبادت کا صحیح طریق معلوم ہو۔ اور دنیا میں امن وسلامتی قائم کی جائے اور ظاہر ہے کہ نبی یہ سب امور خدا تعالے سے حاصل کرکے خلقت کو سکھاتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ نبوت آں حضرت صلعم پر ختم ہو چکی ہے ان دونوں باتوں کے سمجھ لینے کے بعد مطلع بالکل صاف ہے کہ آں حضرت صلعم کے خلفاء بغیر نبوت کے ہونگے ایسا نہیں کہ خلفاء بھی ہوں اور نبی بھی۔ اس امر کو میں دو حدیثوں سے اور واضح کرتا ہوں۔

اوّل تو وہی حدیث جو ختم نبوت کے مضمون میں گزر چکی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا:۔

کانت بنو اسرائیل تسوسہم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی و لا نبی بعدی و سیکون الخلفاء فیکثرون الحدیث (صـ ۱۶۵ بخاری جلد ثانی مصری)	بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کے سپرد ہوتی تھی۔ جب کوئی نبی فوت ہو جاتا تو اُس کا خلیفہ دوسرا نبی ہو جاتا۔ اور یہ سچ ہے کہ میرے بعد کوئی شخص نبی

نہیں ہوگا۔ ہاں خلفاء ضرور ہونگے اور بہت ہونگے:

اس حدیث میں صاف مذکور ہے کہ میرے بعد امور سیاست کے قائم کرنے کے لئے میرے خلیفے ہونگے لیکن نبی کوئی نہیں ہوگا جس سے نتیجہ صاف ثابت ہے کہ آں حضرت صلعم کے خلیفے نبی نہیں ہونگے۔

دوسرا امر جو اس حدیث سے ظاہر ہے یہ ہے کہ خلیفہ کا کام امور سیاست کا انتظام ہے اس امر کو میں انشاء اللہ آگے جاکر بیان کرونگا جہاں خلیفے کے کام ذکر ہونگے۔

دوسری حدیث یہ ہے کہ جب آں حضرت صلعم جنگ تبوک پر تشریف لیجانے لگے۔ تو آپ نے حضرت علی رضہ سے فرمایا۔

الا ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لیس نبی بعدی (بخاری جلد ۳ صـ ۵۲)	کیا تو راضی نہیں کہ تو مجھے وہ نسبت رکھے جو ہارونؑ کو موسےؑ سے تھی۔ مگر یہ کہ میرے

بعد کوئی شخص نبی نہیں ہوگا۔

اس حدیث میں آں حضرت صلعم نے جو حضرت علی رضہ کو بمنزلہ حضرت ہارون کہا ہے اس میں اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ جب حضرت موسےٰ علیہ السلام چالیس رات کے واسطے طور پر جانے لگے تو پیچھے حضرت ہارون کو قوم میں خلیفہ چھوڑا۔ چنانچہ قرآن شریف (سورہ اعراف) میں اس طرح ہے:۔

وَقَالَ مُوسیٰ لِاَخِیْہِ ھَارُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ (اعراف پ ۹)	حضرت موسےٰ نے اپنے بھائی ہارونؑ سے کہا کہ میری قوم میں میرا خلیفہ

رہنا۔

پس جب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم تبوک میں جانے لگے تو مدینہ طیبہ میں انتظام کے لئے حضرت علی رضہ کو مقرر کیا۔ اور جب انہوں نے عرض کی:۔ اتخلفنی فی الصبیان والنساء یعنی آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں کر چلے ہیں۔ یعنی میں تو حیدر کرار ہوں میری تلوار نیام میں کیسے رہ سکتی ہے۔ اور عورتوں اور بچوں میں کیسے بیٹھ سکتا ہوں؟ تو آپ نے اُن کو تسلی دی کہ تُو تو میری بجائے اس عہدے پر ممتاز ہوا ہے جس پر موسےٰ علیہ السلام کی غیر حاضری میں ہارون علیہ السلام ہوئے تھے؛

لیکن چونکہ حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نبوت ختم نہیں ہوتی تھی اور آں حضرت صلعم خاتم النبیین تھے اس لئے وہم پڑ سکتا تھا کہ شائد حضرت علیؓ بھی حضرت ہارونؑ کی طرح نبی ہوں اس لئے آپ نے اس وہم کو دور کرنے کے لئے فرمادیا الا انہ لیس نبی بعدی یعنے اے علیؓ تم میں اور ہارونؑ میں اس امر میں فرق رہیگا کہ وہ نبی تھے اور تم نبی نہیں ہو کیونکہ میرے بعد یعنی میرے نبی ہونے کے بعد دوسرا شخص نبی نہیں ہو سکتا۔

سبحان اللہ آں حضرت صلعم کے پاک کلمات کیسے مفصل وحاوی ہوتے ہیں۔ ان دونوں حدیثوں سے صاف معلوم ہوگیا کہ آں حضرت صلعم کی خلافت بغیر نبوت کے ہے

ہمارے پنجابی مدعی نبوت نے آیت استخلاف کے متعلق ایک یہ مغالطہ دیا ہے کہ اس میں کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ وارد ہے۔ اور پہلے خلفاء یعنی داؤد وسلیمان علیہما السلام انبیا بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے۔ لہذا آں حضرت صلعم کے خلفاء بھی نبی ہو سکتے ہیں۔ اس کا ایک جواب تو اوپر کی احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی خلافت محض انتظام امت کے لئے فرما رہے ہیں۔ اور بتا رہے ہیں کہ میری خلافت بغیر نبوت ہوگی۔

دیگر یہ کہ آیت میں مماثلت محض امر استخلاف میں مقصود ہے نہ کہ جمیع کوائف دیگر میں بھی جو استخلاف سے خارج ہیں جیسا کہ حضرت علیؓ والی حدیث سے ظاہر ہو چکا (باقی باقی)

(خاکسار ابراہیم سیالکوٹی)

عقد النحو

فی

وضع الایدی علی الصدور

قرآن مجید بتا رہا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کی نسبت حکم صادر فرمایا ہے احادیث شاہد ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے وقت سینہ پر ہاتھ باندھے۔ اور آثار صاف کہہ رہے ہیں کہ صحابہ کرام نے اپنے سچے فدا اور پیارے رسول (فداہ ابی وامی) صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام عالیہ کی تعمیل بڑے تپاک سے کی جیسا کہ ناظرین والا تمکین کو مضمون ہذا کے ملاحظہ سے روشن ہو جائیگا۔

(۱) امام بیہقی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ کا مطلب یہ ہے کہ تو نماز پڑھتے وقت اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے۔

(۲) امام بیہقی نے حضرت ابن عباسؓ (جن کے لئے

AsliAhleSunnet.com

حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی ہے اللھم علمہ الکتاب یا اللہ اُن (ابن عباسؓ) کو قرآن مجید سکھائیے۔) سے نقل کی ہے کہ اُنہوں نے اللہ عزوجل کے قول فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کی تفسیر یہ بیان کی کہ نماز میں سیدھے ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر ڈھکدھکی (ہنسلی) کے پاس رکھنا ہے۔

(۳) امام بخاریؒ نے تاریخ میں حضرت علیؓ سے نقل کی ہے کہ آپ نے اپنا سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ کی کلائی کے بیچوں بیچ میں سینہ پر رکھکر فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کے معنے سمجھائے۔

(۴) علامہ ابن عبدالبر نے تمہید میں فرمایا ہے:۔

حضرت علیؓ نے فرمایا اللہ تعالےٰ کے قول فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کے معنے سیدھے ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر رکھنا ہے۔

(۵) علامہ سیوطی نے درمنثور میں کہا اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور بخاری نے تاریخ میں اور ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور دارقطنی نے افراد میں۔ اور ابوالشیخ اور حاکم اور ابن مردویہ اور بیہقی نے اپنی اپنی سنن میں حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے اپنا سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ کے پہنچے کے بیچوں بیچ میں رکھکر دونوں ہاتھوں کو سینہ پر رکھا اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے قول فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کے یہی معنے ہیں۔ اور ابوالشیخ اور امام بیہقی حضرت انسؓ سے اور وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کرتے ہیں اور ابن ابی حاتم اور ابن شاہین نے اپنی اپنی سنن میں اور ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کا مطلب نماز میں سیدھے ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر دھکدھکی (ہنسلی) کے قریب رکھنا ہے۔

(۶) معراج الدرایہ شرح ہدایہ میں ہے:۔

حضرت علیؓ نے جب یہ آیت فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ پڑھی تو اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھکر اُن دونوں کو سینہ پر رکھا۔

(۷) بلوغ المرام میں ہے:۔

عن وائل بن حجر قال صلیت مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم فوضع یدہ الیمنی علے یدہ الیسری علے صدرہ۔ رواہ ابن خزیمۃ

وائل بن حجر سے مروی ہے اُنہوں نے کہا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے اپنا سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھکر اُن دونوں کو سینہ پر رکھا۔ روایت کیا اس حدیث کو ابن خزیمہ نے۔

(۸) طبرانی نے کہا۔

حدثنا بشر بن موسی نا محمد بن حجر بن عبد الجبار بن وائل بن حجر الحضرمی ثنا عمی سعید بن عبد الجبار عن ابیہ عن امہ ام یحیی عن وائل قال حضرت الصلوٰۃ مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فذکر حدیثا الی ان قال ثم رفع یدیہ بالتکبیر الی ان حاذی بھما شحمۃ اذنیہ ثم وضع یمینہ علی یسارہ علے صدرہ الحدیث۔

ہمسے حدیث بیان کی بشر بن موسے نے اُنہوں نے کہا ہمکو خبر دی محمد بن حجر بن عبد الجبار بن وائل بن حجر الحضرمی نے اُن سے حدیث بیان کی میرے چچا سعید بن عبد الجبار نے اُن کو روایت ہے اپنے باپ سے اُن کو اپنی ماں ام یحیےٰ سے اُن کو وائل سے اُنہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر پوری حدیث بیان کی یہاں تک کہ کہا پھر آپ نے تکبیر کہکر دونوں ہاتھوں کو کانوں کی لوکے برابر اٹھایا۔ پھر سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینہ پر رکھا۔

(۹) خلاصۃ الاحکام میں ہے:۔

عن وائل قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوضع یدہ الیمنی علے یدہ الیسرے علی صدرہ۔

وائل سے روایت ہے کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بائیں ہاتھ پر سیدھا ہاتھ رکھکر اُن دونوں کو سینہ پر باندھا۔

(۱۰) امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو سند ذیل کیساتھ روایت کیا ہے۔

عن مومل بن اسماعیل عن الثوری عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل انہ رای النبی صلے اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ ثم وضعھا علی صدرہ۔

مومل بن اسماعیل نے ثوری سے روایت کی ہے اُن کو روایت ہے عاصم بن کلیب سے اُن کو اپنے باپ سے وہ روایت کرتے ہیں وائل سے اُن کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بائیں ہاتھ پر سیدھے ہاتھ رکھتے ہوئے اور پھر اُن کو سینہ پر ہاتھ باندھتے ہوئے دیکھا۔

(۱۱) علامہ سیوطی نے وظائف الیوم واللیلہ میں فرمایا ہے:۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھکر سینہ پر باندھتے۔

(۱۲) مسند امام احمد میں ہے:۔

حدثنا یحیےٰ بن سعید عن سفیان قال حدثنا سماک عن قبیصۃ بن ھلب عن ابیہ قال رأیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ینصرف عن یمینہ وعن یسارہ ورأیتہ یضع یدہ علے صدرہ ووصف یحیی الیمنی علی الیسری فوق المفصل۔

حدیث بیان کی ہمسے یحییٰ بن سعید نے وہ روایت کرتے ہیں سفیان سے وہ کہتے ہیں ہمسے حدیث بیان کی سماک نے۔ اُن کو روایت ہے قبیصہ بن ہلب سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے۔ اُنہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) دائیں و بائیں طرف پھرتے اور (نماز میں) سینہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے دیکھا۔ اور یحییٰ نے اپنے سیدھے ہاتھ کو اُلٹے ہاتھ پر پہونچہ رکھکر تبلایا۔

(۱۳) سنن ابی داؤد میں ہے:۔

عن طاؤس قال کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یضع یدہ الیمنی علے یدہ الیسری

AsliAhleSunnet.com

ثم لیشد هما علی صدرہ وهو فی الصلوٰۃ۔

طاؤس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے وقت اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھکر اُن کو سینہ پر باندھتے تھے۔

ناظرین کرام کو بیان بالا سے واضح ہوگیا ہوگا کہ نماز پڑھتے وقت سینہ پر ہاتھ باندھنا چاہئے مگر پھر بھی اُن کو ضرور خیال گزریگا کہ برادران احناف جو زیر ناف ہاتھ باندھتے ہیں وہ بھی کوئی نہ کوئی دلیل رکھتے ہونگے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انکی دلائل بیان کرکے جو امور قادحہ اُن پر وارد ہوتے ہیں وہ بھی درج کردوں۔ تاکہ ناظرین کو معلوم ہوجائے کہ کون سا مذہب قوی ہے اور کون سا ضعیف۔

دلائل حنفیہ

حنفیہ کے دلائل ذیل کی دو حدیثیں ہیں :-

حدیث اوّل

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے :-

حدثنا وکیع عن موسیٰ بن عمیر عن علقمۃ بن وائل بن حجر عن ابیہ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ تحت السرۃ

حدیث بیان کی ہم سے وکیع نے اُن کو روایت ہے موسےٰ بن عمیر سے وہ روایت کرتے ہیں علقمہ بن وائل بن حجر سے وہ اپنے باپ (وائل بن حجر) سے اُنہوں نے کہا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ پر زیر ناف رکھے ہوئے دیکھا۔

حدیث دوم

سنن ابی داؤد میں ہے :-

حدثنا محمد بن محبوب ثنا حفص ابن غیاث عن عبد الرحمن بن اسحاق عن زیاد بن زید عن ابی جحیفۃ ان علیا رضی اللہ عنہ قال السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ۔

حدیث بیان کی ہمسے محمد بن محبوب نے اُنہوں نے کہا حدیث بیان کی ہمسے حفص ابن غیاث نے۔ وہ روایت کرتے ہیں عبد الرحمن بن اسحاق سے اُن کو روایت ہے زیاد بن زید سے اُن کو ابو جحیفہ سے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا نماز پڑھتے وقت زیر ناف ہتھیلی (یعنی ہاتھ) کا دوسری ہتھیلی پر رکھنا سنت ہے۔

تنقید بر حدیث اوّل

فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور میں ہے :- میں کہتا ہوں کہ جو اضافہ "زیر ناف یعنی تحت السرہ" کا کیا گیا ہے اُس کے ثبوت میں نظر (تامل) ہے۔ بلکہ یہ غلط ہے جو سہواً وقوع پذیر ہوا ہے۔ کیونکہ میں نے کتاب مصنف (جس سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے) کا صحیح نسخہ دیکھا تو اُس میں حدیث مذکورہ اسی سند اور انہیں الفاظ کے ساتھ دیکھی مگر اُس میں الفاظ "تحت السرہ" نہیں تھے البتہ کتاب مذکورہ میں اس حدیث کے بعد نخعی (استاد امام ابوحنیفہؒ) کے اثر کا ذکر ضرور تھا۔ اُس اثر کے الفاظ بھی اس حدیث کے الفاظ کے قریب قریب تھے مگر اس (اثر) کے آخری الفاظ یہ تھے کہ "نماز میں زیر ناف"۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید کاتب کی نظر ایک جگہ سے دوسری جگہ چوک گئی۔ یہی وجہ ہوئی کہ موقوف حدیث کو مرفوع لکھ مارا۔ اور میرے اس بیان کی دلیل یہ ہے کہ یہ زیادتی (زیر ناف) پر کل نسخے متفق نہیں ہیں۔ نیز یہ کہ اکثر اہل حدیث نے اس حدیث کو روایت کیا ہے مگر کسی نے "تحت السرہ" کا ذکر نہ کیا۔ اور میں نے سوائے قاسم بن قطلوبغا کے کسی اہل حدیث کو نہ دیکھا اور نہ سنا جس نے اس حدیث کو اس اضافہ (زیر ناف) کے ساتھ روایت کیا ہو (اُن اہلحدیثوں میں سے ایک) حافظ ابن عبد البرؒ ہیں جنھوں نے تمہید میں کہا ہے کہ ثوری اور امام ابوحنیفہؒ سے الفاظ "اسفل السرہ" (زیر ناف) منقول ہیں۔ اور حضرت علیؓ اور ابراہیم نخعی سے بھی انہیں الفاظ کا منقول ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ مگر ان سے ان الفاظ کے ساتھ روایت پایۂ ثبوت کو نہ پہنچی اور اگر مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ صحیح حدیث ان الفاظ کے ساتھ موجود ہوتی تو علامہ موصوف اُس کا ذکر ضرور کرتے۔ کیونکہ اُنہوں نے اس مصنف پر ابن ابی شیبہ سے بہت سی روایات کی ہیں (دوسرے اہل حدیث) علامہ حافظ ابن حجر ہیں جنھوں نے اپنی کتاب فتح الباری میں بیان کیا ہے کہ ابن خزیمہ نے وائلؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو سینہ پر رکھا اور ہمیشہ سینہ کے پاس ہاتھ رکھا کرتے تھے۔ اور امام احمد کے نزدیک بھی ہلب کی روایت اسی طرح کی ہے۔ اور حافظ ممدوح اپنی کتاب تخریج احادیث الہدایہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے اثر کی سند ضعیف اور حدیث وائل بن حجر کی مخالف ہے۔ (جس کے الفاظ یہ ہیں وائل بن حجر نے کہا) میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے بائیں ہاتھ پر سیدھا ہاتھ سینہ پر رکھا۔ اور (حافظ موصوف) نے اپنی کتاب تلخیص الحبیر میں اسی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے پس اگر یہ زیادتی (زیر ناف کی) مصنف میں موجود ہوتی تو وہ ضرور اس کا ذکر وہاں کرتے اور اُن کی کتابیں اس مسئلہ میں احادیث اور آثار سے بھری ہوئی ہیں۔ اور اُنہوں نے اس باب میں اقتصار نہیں کیا ہے جیسا کہ سیوطی کے قول مندرجہ شرح الفیہ سے معلوم ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ علامہ زیلعی جنھوں نے اپنے مذہب (حنفی) کے دلائل جمع کرنے کیلئے کمر باندھی ہے اس مسئلہ میں کامیاب نہ ہوسکے اور اگر اُن کو کامیابی ہوتی تو ضرور اس کا ذکر کرتے کیونکہ وہ باخبر عالم گذرے ہیں۔ (چوتھے اہلحدیث) صاحب قاموس علامہ مجد الدین فیروز آبادی ہیں جو اپنی کتاب

اسلام اور برٹش لاء یعنی سیاست محمدیہ اور قوانین انگریزیہ کا مقابلہ - مہر منیجر (۳۰۶)

AsliAhleSunnet.com

صراط (جس میں انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے افعال بیان کئے ہیں) میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینہ پر رکھتے تھے جیسا کہ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے (پانچویں اہلحدیث) علامہ سیوطی ہیں جنہوں نے اپنی کتاب وظائف الیوم واللیلہ میں فرمایا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھکر سینہ پر باندھتے۔ اور علامہ موصوف نے جامع کبیر میں وائل کی مُسند کے تحت میں ۱۹ احادیث کے قریب مصنف سے نقل کی ہیں اور بعض احادیث کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے وقت سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھتے ہوئے دیکھا اور مصنف نقد الصرۃ نے بھی انہیں الفاظ کا ذکر کرکے الفاظ تحت السرۃ ایزاد کئے ہیں۔ اور اگر یہ زیادتی مصنف میں موجود ہوتی تو علامہ سیوطی ضرور اس کا ذکر کر دیتے (چھٹویں اہل تحقیق) علامہ عینی ہیں (جو اپنی تصانیف میں رطب ویابس یعنی صحیح اور غیر صحیح روایات جمع کرتے ہیں اور جو) اپنی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ امام شافعی نے وائلؓ کی حدیث سے حجت پکڑی ہے جس کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (اور وہ روایت یہ ہے کہ) میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے اپنا سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور ان دونوں کو سینہ پر باندھا اور ہمارے علماء حنفیہ ایسے دلائل سے حجت پکڑتے ہیں جو موثق نہیں ہیں۔ پس اگر یہ زیادتی (یعنی تحت السرۃ کی) مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہوتی تو علامہ موصوف اس کا ذکر ضرور کرتے عجب کہ ان کی تصانیف مصنف

ابن ابی شیبہ کی نقل سے مملو ہیں (ساتویں اہل حدیث) ابن امیر الحاج ہیں (جنہوں نے تحقیق اور وسیع معلومات میں اپنے شیخ ابن ہمام کی پیروی کی ہے) شرح منیہ میں فرماتے ہیں یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا سنت ہے مگر ایسی کوئی حدیث پایۂ ثبوت کو نہ پہنچی جس کی رو سے بدن کے کسی خاص مقام پر ہاتھوں کا رکھنا واجب ہو سوائے وائل کی مذکور حدیث کے (جو پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے)۔ اور صاحب البحر کا بھی یہی قول ہے لہذا اگر یہ حدیث اس زیادتی (تحت السرہ) کے ساتھ مصنف میں ہوتی تو علامہ مذکور ضرور اس کا ذکر کرتے حالانکہ ان کی شرح اس کے نقل سے مملو ہے۔ اس حدیث میں جو زیادتی تحت السرۃ کی ہے اس کی صحت میں امور متذکرہ بالا قادح ہیں اور کسی حدیث کی اسناد صحیح ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا متن بھی صحیح ہو اور روایات اور طرق اسناد میں نظر کرنے سے شاذ پہچان لیا جاتا ہے۔ اور جب تم نے اس کو پہچان لیا تو جان لو کہ یہ زیادتی تحت السرۃ کی نہ تو قطعی الثبوت ہے اور نہ ظنی ہے بلکہ اس کا ثبوت موہوم ہے اور موہوم امر سے شرع کا حکم ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جو امور دلیل ظنی سے ثابت ہوتے ہیں اس سے بھی اس کا درجہ کم ہے۔ اور جس طرح سے کہ ان امور کا انکار کرنا حرام ہے جو معتبر طریقہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچ جائیں اسی طرح ان امور کا اقرار کرنا بھی حرام ہے جو معتبر طریقہ سے ثابت نہوں اور وہم کی بنا پر کسی چیز کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنی جائز نہیں۔

علامہ ممدوح کی تقریر دلپذیر سے معلوم ہوگیا کہ الفاظ تحت السرہ (زیر ناف) حدیث کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ سہواً حدیث کا جزو بن گئے ہیں۔ پس

جب واقعہ یہ ہے تو یہ حدیث ضعیف ٹھیری۔ اور ہرگز قابل تمسک یا حجت نہ رہی۔ اسی وجہ سے تو علامہ عینی کو کہنا پڑا کہ ہمارے علمائے حنفیہ ایسے دلائل سے حجت پکڑتے ہیں جو موثق نہیں ہیں۔

دوسری وجہ اس حدیث کے ضعیف ہونے کی یہ ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں ایک راوی علقمہ ہیں جو اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں حالانکہ علقمہ کو اپنے باپ سے سماع نہیں جیسا کہ تقریب التہذیب سے معلوم ہوتا ہے۔

علقمہ بن وائل بن حجر صدوق الا انہ لم یسمع من ابیہ (علقمہ بن وائل سچے ہیں مگر (بات یہ ہے) کہ ان کو اپنے باپ سے سماع نہیں کیونکہ وہ اپنے باپ کے انتقال کے ۶ مہینے بعد پیدا ہوئے جیسا کہ ابن ہمام نے اپنی کتاب فتح القدیر میں امام ترمذی کی کتاب علل کبیر سے نقل کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:-

امام ترمذی نے امام بخاری سے پوچھا کہ کیا علقمہ کو اپنے باپ وائل بن حجر سے سماع ہے۔ امام بخاری نے کہا (نہیں کیونکہ) وہ اپنے باپ کے انتقال کے چھ مہینے بعد پیدا ہوئے۔

تنقید بر حدیث دوم

یہ حدیث بھی ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث کے راویوں میں ایک راوی عبدالرحمن بن اسحاق کوفی ہیں اور وہ ضعیف ہیں چنانچہ عون المعبود شرح سنن ابی داؤد میں ہے:-

فی اسنادہ عبد الرحمن بن اسحاق کوفی قال ابوداؤد سمعت احمد بن حنبل یضعفہ وقال البخاری فیہ نظر وقال النووی ھو ضعیف بالاتفاق۔

اس کی اسناد میں عبدالرحمن بن اسحاق کوفی ہے جس کے متعلق ابوداؤد نے کہا میں نے احمد بن حنبل سے سنا وہ اس کو ضعیف بتاتے تھے اور بخاری نے کہا اس میں تامل (نظر) ہے۔ اور نووی نے کہا وہ بالاتفاق ضعیف ہے۔

حاشیہ جدیدہ سنن نسائی میں ہے۔

(ص ۳۰۷) [illegible]

AsliAhleSunnet.com

لکن فی اسنادہ عبد الرحمن بن اسحاق کوفی قال فیہ احمد بن حنبل وابو حاتم منکر الحدیث وقال ابن معین لیس بشیئ وقال البخاری فیہ نظر

لیکن اس کی اسناد میں عبد الرحمن بن اسحاق کوفی ہے جس کے متعلق احمد بن حنبل و ابو حاتم نے منکر الحدیث کہا اور ابن معین نے کہا کہ وہ کوئی چیز نہیں ہے اور بخاری نے کہا کہ اس میں نظر ہے

اس مضمون پر علامہ شیخ محمد حیات سندی مہاجر مدنی متوفی ۱۱۶۳ھ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور اور جس کا ترجمہ خاکسار نے اُردو میں کر دیا ہے تاکہ عوام اس سے فائدہ اٹھا کر مصنف اور مترجم دونوں کو دعائے خیر سے یاد فرماتے رہیں۔ جو صاحب اسکو خریدنا چاہیں وہ خواہ اس عاجز کے پاس خواہ مولانا مولوی حاجی محمد ابو القاسم صاحب مقیم بنارس محلہ دارانگر مالک سعید المطابع پریس کے پاس ڈیڑھ آنہ کے ٹکٹ روانہ فرمائیں۔

(خاکسار عبد الحمید اٹاوی مقیم حیدر آباد دکن)

حضور نظام کا اسلامی احساس ہمدردی

ناظرین اخبار اہلحدیث اس خبر کو سنکر خوش ہونگے کہ حضور نظام خلد اللہ ملکہ نے شمس العلماء علامہ سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کے ہر دو پوتوں مولوی سید عبد السلام صاحب و مولوی سید ابو الحسن صاحب اور مولوی سید شریف الحسن صاحب (خلف میاں صاحب مرحوم) کے نواسہ مولوی سید عبد الرؤف صاحب کے نام [illegible] روپے فی کس کے حساب سے جملہ [illegible] روپے ماہوار تا حیات جاری فرمائے۔ آپ کو اسلام سے جو محبت اور سچی ہمدردی ہے اُس کی یہی ایک مثال نہیں ہے بلکہ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند مثالیں ذیل میں درج کرتا ہوں:۔

(۱) ایک صاحب نے قرآن مجید کا ترجمہ زبان پشتو میں کیا تھا اُن کو حال میں سات ہزار پانچسو روپے انعام مرحمت فرمایا گیا۔

(۲) اسمٰعیل سیف الدین مطوف حجاج ریاست حیدر آباد دکن کے نام [illegible] روپے اور اُن کی ہر سہ فرزندوں کے نام [illegible] روپے یومیہ وظیفہ جاری فرمایا گیا۔

(۳) سید حمزہ یا فقیہ مدنی شیخ السادات کے نام [illegible] ماہانہ کا وظیفہ جاری فرمایا گیا۔ اور بطور خصتانہ کے [illegible] عنایت ہوئے۔

(۴) انجمن اسلام بمبئی کو [illegible] سالانہ جاری ہوئے۔

(۵) دو عربوں کو بطور خصتانہ ایک ایک ہزار روپیہ عنایت فرمایا۔

(۶) مدرسہ عربیہ دیوبند کو ماہانہ [illegible] کا اضافہ فرمایا گیا۔

(۷) حجاج بخارہ کے لئے اور تین ہزار روپیہ کا اضافہ فرمایا گیا۔

(۸) سید مخدوم حسین صاحب سادی کو جو ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں قیام کرنا چاہتے تھے یک صد روپیہ کا وظیفہ مقرر فرمایا گیا۔

(۹) مولوی حکیم حافظ عبد الرحمن صاحب سہارنپوری خلف الصدق مولانا مولوی احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کے نام ماہانہ وظیفہ بغرض قیام بہ مدینہ منورہ مرحمت فرمایا گیا۔

غرضیکہ میری زبان اور قلم حضور نظام خلد اللہ ملکہ کی دریا دلی، اسلامی ہمدردی، اسلامی احساس کے بیان کرنے سے قاصر ہے ؎

دکن کی سلطنت سے فیض ہے سارے زمانے کو
خدا رکھے بڑی فیاض یہ سرکار عالی ہے

(الراقم العاجز عبد الحمید اٹاوی ملازم حضور نظام خلد اللہ ملکہ، دکن [illegible])

اسلامی تاریخ۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات مبارکہ۔ بچوں کے لئے بہت مفید ہیں قیمت ۱/

السلام علیکم۔ اسلامی سلام کے احکام (منیجر)

کام کا ہمکو مسلمان بنادے یارب

از جناب منشی علی عظیم صاحب [illegible]
عظیم آبادی مقیم کلکتہ

کُل مسلمانوں کو بیدار بنادے یارب
بخت خفتان زمانہ کو جگا دے یارب
پردۂ غفلت کے ان آنکھوں سے اٹھا دے یارب
قوم کے طالع خوابیدہ جگادے یارب
شب ہے تاریک سمندر میں بپا ہے طوفاں
ڈوبتی ناؤ کو ساحل سے لگادے یارب
ہر کوئی قوم کا دلدادہ و شیدا بنجائے
حب قومی کی لگن دل میں لگادے یارب
درد مند ایک کا ہو ایک مسلمانوں میں
دل تو ایک ایک کا آپس میں ملادے یارب
پھوٹ کے بدلے ملاپ ان میں بڑھادے مولا
مئے وحدت کا انہیں جام پلادے یارب
کیا نمائش سے غرض نام سے کیا کام ہمیں
کام کا ہمکو مسلمان بنادے یارب
اور کیا مانگے دعا بندۂ ناچیز عظیم
قوم محتاج ہے حاجت سے سوا دے یارب

درۂ دانیال کی اہمیت

انتخاب الاخبار میں درۂ دانیال پر گولہ باری کی خبریں درج ہیں اسلئے اس کا کچھ حال درج کیا جاتا ہے:۔

درہ دانیال کی لمبائی ۴۵ میل اور چوڑائی بالعموم ۳ سے ۴ میل تک ہے صرف ایک جگہ چوڑائی ۱ میل ہے درہ مذکور کے دونوں جانب بیشمار مضبوط و مستحکم قلعے ہیں جنکو حال کی برسوں میں جدید ترین آلات حرب سے مسلح کیا گیا ہے صحیح ترین کیفیت تو کسی کو معلوم نہیں ہے مگر جہانتک خیال کیا جاسکتا ہے یہ تمام قلعے کروپ کی جدید توپوں سے مسلح ہیں ۱۸۰۷ء میں برٹش بیڑہ کپتان [illegible] کے ماتحت اس میں زبردستی گھس گیا تھا اور ۱۸۷۸ء میں قسطنطنیہ کو روسیوں سے بچانے کیلئے پھر یہی بیڑہ اس میں سے گزرا تھا۔ اپریل ۱۹۱۲ء میں اطالی جنگی جہازوں نے آبنائے کے منہ کے قلعوں پر گولہ باری کی تھی اور جولائی میں اطالی بیڑے نے اسمیں سے جبراً گزرنا چاہا تھا مگر قلعوں کی مہیب آتشباری نے انکو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ اب فرانسیسی وانگریزی بیڑے اسمیں متفقہ طور پر گھسنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اخبار [illegible] اسی موضوع پر بحث کرتا ہوا لکھتا ہے کہ [illegible] بیڑہ درۂ دانیال میں گھسنے کی کوشش کریگا وہ ایک ہی وقت میں چناق قلعہ اور کلید بحر کی آتشباری کے بیچ آئیگا۔ جب یہ یاد رکھا جائے کہ [illegible]

کلمۃ الحق

قرآن مجید کی تعلیم جس احسن طریق پر ہے۔ وہ کسی منصف کے دیدہ و دل سے مخفی نہیں ہے اصول اعتقادی اور عملی کلیات امور۔ قواعد وضوابط حلت وحرمت۔ طریق سیاست و تمدن۔ طرز معاشرت۔ فرائض واجبات اوامر و نواہی۔ حدود و محارم۔ پند و نصائح۔ وعظ و تذکیر ایقاظ و تنبیہ۔ امثال و حکم۔ قصص و عبر۔ پر اس طرح مشتمل ہے۔ کہ کسی دیدہ حق بین و دل حقیقت شناس کو اس کے بعد کسی دوسری تعلیم کی ضرورت باقی نہیں رہتی

وہ ایک مطب ہے۔ جس میں بندوں کے جسمانی و روحانی امراض کا علاج موجود ہے اس میں مومنین کے لئے ہر درد و دکھ سے شفا ہے اس میں گذشتہ امتوں کے واقعات موجود ہیں۔ جن سے آنے والی نسلیں عبرت کا سبق پڑھ سکیں۔ اس میں پیشین گوئیاں ہیں۔ کہ مومن اس کا اذعان رکھیں۔ اور مخالف انکی مطابقت کا معائنہ کرکے اپنے تمرد سے باز آئیں۔ اس نے حق و باطل کے درمیان ایک آہنی دیوار کھڑی کر دی کہ کوئی ملحد۔ ہوا پرست اوسکو ہلا نہیں سکتا۔ اس نے خدا پرستی کے رستہ کو صاف کر دیا۔ ہدایت کی مشعلیں روشن کر دیں۔ کہ کوئی مسافر صراط مستقیم سے گمراہ نہ ہو سکے۔ وہ تمہارے دینی و دنیاوی امور کے لئے ایک زبردست حاکم ہے۔ وہ تمہارے اختلافات میں حکم ہے۔ وہ حق و باطل کے درمیان فاصل ہے۔ وہ کلام لغو نہیں ہے۔ اس کا معجزہ ہے۔ کہ اس میں سب کچھ موجود ہے۔ وہ اپنا پیارا لقب تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ لیکر آیا ہے۔ اور وہ خود حضور سرور عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کا زندہ معجزہ ہے

پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکی تفہیم اور توضیح اور تیسیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اپنے اقوال سے افعال سے اعمال سے قرآن پاک کا اتباع سکھا دیا۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (ہم نے قرآن کو پند پذیری کے لئے آسان کر دیا۔ کیا کوئی نصیحت قبول کرنیوالا ہے)

کا مطلب اور مراد آنکھوں سے دکھلا دیا

اللہ تعالےٰ کی یہ رحمت کہ بندوں کی ہدایت کے لئے قرآن جیسی جامع اور حاوی۔ شافی وافی کتاب نازل فرمائی۔ اور اس کے پیارے رسول اور حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ رافت کہ ضعفا اور اغنیا ہر قسم کے افراد امت کو ملحوظ رکھکر ایسی طرح اسکو سمجھایا۔ کہ ہندی کی چندی کر دی

اے یارب تو کریمی و رسول تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں۔ وہ ہوائے نفس سے نہیں فرماتے۔ وہ امور تبلیغیہ میں جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں۔ وحی الٰہی سے فرماتے ہیں۔ خود قرآن پاک خبر دیتا ہے

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہیں کہتے جو کچھ کہتے ہیں وہ وحی ہوتی ہے)

آپکے کلام کے منقول ہو کر ہم تک پہنچنے کی چار صورتیں ہیں

(۱) یا آپ کا کوئی قول یا فعل تواتر کے ذریعہ سے ہم کو ملا۔ یہ افادۂ یقین اور ایجاب عمل میں مثل قرآن کے ہوگا اور تواتر کے یہ معنے ہیں۔ کہ آپ کے وقت سے لیکر اس وقت تک ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں اوس کے نقل کرنے والے اس قدر کثرت سے ہوں۔ کہ عقل انکا جھوٹ پر متفق ہونا باور نہ کر سکتی ہے۔ اور جس شے کی وہ خبر دے رہے ہیں۔ وہ مشاہدہ اور حس پر مبنی ہو۔ یا طبقہ طبقہ سے روایت کرے یعنے ہر زمانہ کے لوگ اپنے زمانہ کے لوگوں سے ایسی کثرت سے روایت کریں۔ کہ عقل انکی کذب کو باور نہ کرے

(۲) یا آپ کا کوئی قول و فعل ایسی جماعت سے تو منقول نہیں ہوا۔ مگر ہر درجہ میں اس کی روایت کرنے والے موجود رہے۔ علماء کی اصطلاح میں ایسی حدیث کا نام مشہور اور مستفیض ہے۔

(۳) یا اس کے بیان کرنے والے اس سے بھی کم ہیں۔ مگر ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں دو سے کم نہیں ہوتے۔ ہر راوی سے دو آدمی روایت کرنے والے ہر زمانہ میں موجود رہے۔ اس کا نام اصطلاح میں عزیز ہے

(۴) یا اس کے بیان کرنے والے دو دو تین تین برابر رہے ہیں۔ مگر کسی درجہ میں ایک ہی شخص روایت کرنے والا رہا۔ ایسی حدیث کو اصطلاح میں غریب کہتے ہیں

یہ بات بدیہی ہے کہ دین کا مدار نقل پر ہے۔ اور نقل کی صحت اور مطابقت نفس الامر کی اس کے ناقل کی دینداری اور فہم و فراست پر مبنی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہمکو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذریعہ سے ملا ہے۔ صحابہ کرام کا تدین اور فہم و فراست محتاج بیان نہیں ہے۔ وہ بلا واسطہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تحصیل علم فرماتے تھے۔ اور فہم و فقاہت کے مدارج مختلفہ کے ساتھ متصف تھے۔ اور کوئی مسلمان دل میں خیال لانا گوارا نہ کریگا۔ کہ وہ روایت حدیث یا بیان واقعات یا تفہیم مسائل میں نفسانیت یا کذب یا مداہنت کو دخل دیتے تھے۔ یا تراش خراش کرتے تھے۔ ان کے اوصاف ہم کو معلوم ہیں۔ گو ہم نے ان کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ گو ہم نے ان کا زمانہ نہیں پایا۔ مگر آج ان کے حالات ہمارے پیش نظر ہیں اور نہایت صحیح اور موثوق واسطوں اور قابل قبول ذریعوں سے ہم کو ملے ہیں۔ انکو پڑھکر ہم دنگ رہ جاتے ہیں۔ ہم اپنے آپکو دیکھتے ہیں۔ ہم اپنے معاصرین کو دیکھتے ہیں۔ ہم ہندوستان کے اندر گشت کرتے ہیں اور ہندوستان سے باہر نکلکر جا بجا عالم کی سیر کرتے ہیں۔ ہر ملک کے باشندوں کی حالت کا معائنہ کرتے ہیں۔ تو ہم کو ان بزرگوں کی نظیر نظر نہیں آتی بے شک وہ ہم جیسے مجسم تھے۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ ناک کان۔ صورت شکل رکھتے تھے۔ وہ کھانے پینے پہننے اوڑھنے کے محتاج تھے۔ ان کے بیویاں تھیں۔ وہ دنیاوی کاروبار بھی کرتے تھے۔ وہ دینداری۔

سوانح ثنائیہ علم و عقل ۳۰۹

AsliAhleSunnet.com

کاشتکاری۔ صنعت وحرفت تجارت میں بھی مصروف پائے جاتے تھے۔ مگر باللہ ثم باللہ وہ ہم جیسے انسان نہ تھے۔ وہ جسم و اعضاء رکھتے تھے۔ مگر اپنے اعضاء ظاہری و باطنی کو اسی کام میں لگاتے تھے۔ جس کام کے لئے خدا نے انکو بنایا ہے وہ کھانے پینے پہننے اوڑھنے کے محتاج تھے۔ مگر نہ ہماری طرح۔ وہ سب کے سب نومسلم تھے۔ اور ابھی عمریں کفر و شرک کے اندر گذری تھیں۔ ان کی گھٹی میں جاہلیت کی چاشنی تھی انہوں نے لات وعزے کی حکومت کے زمانہ میں جنم لیا تھا۔ وہ عرب کی زمین کے سخت پتھروں سے صلابت اور شدت میں اشبہ تھے۔ وہ لٹیرے قزاق ڈاکو۔ سفاک۔ شراب خوار۔ قمار باز۔ ہوا وہوس کے پابند۔ رسوم ورواج کی سخت سخت قیدوں میں جکڑ بند تھے۔ مگر جب انہوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ ایمان لائے تو وہ درحقیقت خدا کے لئے آپکے ہاتھوں پر بک گئے۔ صحابیت کے حلیہ سے آراستہ ہو کر محمدی حلقہ بگوشی کو اپنے لئے سرمایۂ افتخار سمجھنے لگے۔ انکی کایا پلٹ ہو گئی اور یکلخت و دفعۃً انکی طبیعت و جبلت میں غیر معمولی تغیر پیدا ہو گیا۔ انہوں نے افعال اختیاریہ سے قوائے حیوانیہ و انسانیہ سے اعضائے ظاہرہ و باطنہ سے کہدیا۔ کہ اب ہم مع تمہارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نادرم خریدہ غلام ہیں جو کچھ کہیں گے اور اسکے لئے اٹھائینگے۔ خدا تعالے معاف فرمائے۔ اب ہم تم سے وہی کام لینگے۔ جو خدا کے ہیں نہ تمہارے سپرد ہوتے ہیں اسپر انکی یہ حالت ہے۔ کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو سر تسلیم خم کیا ہے اور اپنی مرغوب غذاؤں کو ترک کر دیا ہے۔ کیونکہ اس لئے کہ قرآن اسکی اجازت نہیں دیتا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم منع فرماتے ہیں۔ وہ شراب جو انکی گھٹی میں پڑی تھی۔ جو بجائے پانی کے پی جاتی تھی۔ حرمت کا حکم نازل ہوتے ہی مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں بہتی پھرتی ہے۔ شراب کے برتن توڑے جا رہے ہیں قمار کے پانسوں کی مٹی خراب ہے۔ قمار خانے بند ہیں کیوں؟ اس لئے کہ قرآن میں صحیح آیت اتری ہے۔ اس میں

بیان کیا گیا ہے۔ کہ شراب گندی چیز ہے۔ شیطانی کام ہے۔ قمار گندی چیز ہے۔ شیطانی کام ہے۔ وہ شراب جس کے کبھی متوالے تھے۔ جس کے خم کے خم اڑا جاتے تھے۔ اب اگر کپڑے پر لگ جاتی ہے۔ تو اوسکو پاک کیا جاتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ شریعت میں وہ گندی چیز قرار دی گئی ہے۔ ہمارے آزاد منشوں کی طرح انہوں نے کبھی نہ کہا۔ کہ انگور یا جو و کھجور کا شیرہ ہی تو ہے۔ اس میں ناپاکی کہاں سے گھس گئی۔ انہوں نے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لیا۔ کہ شرابی کی نماز چالیس روز تک قبول نہیں ہوتی۔ دل سے تسلیم کیا۔ اور شراب چھوڑ دی۔ انہوں نے سن لیا۔ کہ مرد ریشمی لباس نہ پہنیں۔ تہ بند یا پائجامہ ٹخنہ سے نیچا نہ ہونا چاہئے۔ اگر ہوگا تو دوزخ میں اس کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ سنا اور توبہ کر لی۔ آزادانہ کوئی اعتراض نہ کیا۔ کہ ٹخنہ سے نیچا پائچہ ہو گیا۔ تو اس میں کیا خرابی ہو گئی۔ انہوں نے سود کی حرمت کی آیت سنی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اوسکی خرابیاں معلوم کیں۔ لینے والے اور دینے والے اور کاتب و شاہد پر لعنت کا حال سنا۔ رنگ گئے۔ توبۃ النصوح کر لی۔ اور جو سود جس کسی پر باقی تھا معاف فرما دیا۔

بیویوں سے محبت تھی۔ مگر خدا کے لئے شہوت پرستی اور غفلت شعاری کا دخل نہ تھا۔ صنعت وحرفت تھی۔ زراعت و تجارت تھی۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق وہ بے ہمہ و باہمہ تھے ظاہر میں اچھے خاصے دنیا دار اور باطن میں سچے فرمانبردار۔ ہاتھ مخلوق سے اور دل خالق سے مصروف معاملہ۔

رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ۔ (وہ ایسے لوگ ہیں کہ تجارت اور خرید و فروخت انکو خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی)

ان سے کوئی گناہ ہوتا ہے۔ تو خود حاضر ہو کر حضور میں عرض کر دیتے ہیں۔ کہ ہم سے یہ گناہ ہوا ہے۔ ہم پر خدا کی حد جاری کر دیجیے۔

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا قصہ صحیح روایتوں سے کتب حدیث میں منقول ہے۔ کہ وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ کہ مجھکو پاک کر دیجئے یعنے گناہ کی سزا دے کر مجھے بری فرما دیجئے۔ آپنے ان کے کلام کو یہ سمجھکر کہ کوئی کم درجہ کا گناہ ہوگا۔ جو توبہ و استغفار سے معاف ہو جائے گا۔ فرمایا۔ کہ میاں جاؤ۔ توبہ و استغفار کرو۔ انہوں نے پھر کہا۔ کہ حضرت مجھے پاک کیجئے۔ آپنے پھر وہی ارشاد فرمایا۔ اور ماعز برابر عرض کرتے رہے جو تھی مرتبہ میں آپنے فرمایا۔ کہ اے ماعز کس گناہ سے تجھے پاک کر دوں۔ عرض کیا زنا سے۔ یہ سنکر حضور نے دریافت فرمایا۔ کہ اسکو جنون تو نہیں ہو گیا لوگوں نے عرض کیا۔ کہ جنون نہیں ہے۔ پھر آپنے تحقیق کی۔ کہ شراب تو نہیں پی ہے۔ ایک شخص اٹھا اور اسکا مونہہ سونگھا۔ تو شراب کی بو نہ پائی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ماعز تم نے زنا کیا ہے۔ عرض کیا۔ کہ حضور ہاں زنا کیا ہے۔ آپنے اوسکو رجم سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔ اور وہ فوراً پتھروں سے مارا گیا۔

عزیز و قریب۔ یار و اغیار سب خدا کے حکم کی تعمیل میں مصروف ہو گئے۔ یہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے فرمانبردار۔ آپنے لوگوں سے فرمایا کہ ماعز کے لئے دعائے خیر کرو۔ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایک امت پر تقسیم کی جائے۔ تو سب کی نجات کے لئے کافی ہو۔

ایک صحابیہ دربار نبوت میں حاضر ہو کر عرض کرتی ہے کہ یا رسول اللہ مجھسے گناہ ہوا ہے۔ مجھے پاک کر دیجئے (حد جاری فرما دیجئے) آپ فرماتے ہیں (کوئی اور گناہ سمجھکر) جا توبہ استغفار کر۔ وہ مکرر عرض کرتی ہے دو چار مرتبہ یہی کلام ہو کر وہ کہتی ہے۔ کہ حضور کیا آپ ماعز کی طرح مجھے بھی رد کرنا چاہتے ہیں۔ یا رسول اللہ۔ میں زنا سے حاملہ ہوں۔ آپنے فرمایا تو؟ عرض کیا۔ حضور ہاں ہیں۔ آپنے فرمایا۔ کہ جب تک بچہ پیدا نہ ہو۔ حد جاری نہیں ہو سکتی۔ ایک شخص اسکا کفیل ہو گیا۔ اور اوسکو اپنی حفاظت میں رکھا جب پورے دن ہو گئے۔ اور بچہ پیدا ہو لیا۔ تو عرض کیا کہ حضور اس عورت کے بچہ پیدا ہو لیا ہے۔ تو آپنے فرمایا۔ کہ ابھی

AsliAhleSunnet.com

ہم اوسکو اس وجہ سے سنگسار کرنا مصلحت نہیں سمجھتے۔ کہ معصوم بچہ کے لئے دودھ پلانے والی کوئی نہیں۔ ایک انصاری صحابی اٹھے۔ اور عرض کیا۔ کہ یارسول اللہ اس بچہ کے دودھ پلانے کی کفالت میں کرتا ہوں۔ تب آپنے اسکو سنگسار کرا دیا۔

ایک دوسری صحیح روایت میں ہے۔ کہ آپنے اس عورت سے فرمادیا کہ جا جب بچہ پیدا ہو جاویگا تب حد جاری کی جاویگی جب وہ حمل کر فارغ ہوئی۔ تو حاضر ہوئی۔ کہ یارسول اللہ بچہ پیدا ہولیا۔ مجھپر حد جاری فرما دیجئے۔ آپنے فرمایا کہ جا اوسکو دودھ پلا جب اسکا دودھ چھٹ جائے گا۔ تب حد جاری کی جاویگی۔ چلی گئی اور جب اس بچہ کا دودھ چھڑا دیا۔ تو پھر آئی بچہ گود میں تھا۔ اور اوس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا۔ عرض کرتی ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ کیجئے۔ یہ بچہ موجود ہے۔ روٹی کھانے لگا ہے۔ آپنے اس بچہ کو کسی صحابی کی کفالت میں دیدیا۔ اور اوسکو سنگسار کرا دیا۔ اور بعد کو اوسکی توبہ کی تعریف فرمائی کہ اگر کوئی صاحب مکس (ظالم عشر محصول لینے والا) بھی ایسی توبہ کرتا۔ تو باوصف حقوق العباد اسکی گردن پر ہونے کے اللہ تعالے اسکی مغفرت فرماتا۔ اللہ۔ اللہ۔ یہ تھے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ صحابہ کرام کے قصص وحکایات سے کتب لبریز ہیں یہ موقع اُن کے نقل کا نہیں ہے۔ کچھ تھوڑی سی جھلک اُن کے حالات کی دکھا دینی کافی ہے۔ الحاصل جب واقعات اور حالات دیکھتے ہیں۔ تو گویا ہم صحابہ کو دیکھتے ہیں اور یقین کے مدارج طے ہو جاتے ہیں۔ اور ہم کو اُن کی دیانت میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہتا ہم سمجھتے ہیں وہ انسان کامل تھے۔ اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے راستباز کامل مصاحبوں کی ضرورت تھی۔ وہ سب اوصاف خدا کے دئے ہوئے اونکی ذات میں موجود تھے۔ اور اسپر جب اُن مناقب کا اضافہ ہوتا ہے۔ جو خود حضور نے انکی نسبت ارشاد فرمائے۔ تو پھر ہماری عقیدت کیشی اور نیازمندی اُن بزرگوں کی نسبت اس اذعان کی چوٹی پر پہنچ جاتی ہے۔ کہ کوئی اوسکو ہمارے قلوب سے زائل نہیں کرسکتا۔ مخالف اگر دلائل کی بھرمار کریں۔ تو وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ ہم میں سے بھی اگر کوئی راہ گم کردہ ہمارے مقابلہ میں آئے۔ تو مونہہ کی کھاوے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعض مناقب ناظرین کی ازدیاد بصیرت کے لئے یہاں لکھدینا مصلحت معلوم ہوتا ہے۔

(۱) عن ابی سعید الخدری قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاتسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میرے اصحاب کو برا نہ کہو۔ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ (جو قریب مدینہ منورہ کے ہے) کے برابر خدا کی راہ میں سونا خرچ کردے۔ تو میرے صحابہ کے مد (پیمانہ جو تقریباً آدھ سیر وزن میں ہوتا ہے) اور نصف مد کی برابر بھی نہیں ہوسکتا۔

صحابہ کا کمال ایمان۔ نہایت اخلاص۔ انکا استقامت اُن کا حسن نیت۔ اللہ اکبر کس درجہ میں مقبول ہے کہ کوئی بعد کو آنے والا اُن کی برابری نہیں کرسکتا۔ وہ باوجودیکہ مفلس تھے۔ اونکو مال کی احتیاج بدرجہ اتم تھی۔ مگر اس فاقہ مستی میں وہ فی سبیل اللہ انفاق مال کو ہی مقدم رکھتے تھے۔ کسی نے ایسی روایت باوجود تلاش نہ پائی ہوگی۔ کہ انہوں نے دینی ضرورت کے وقت بخل کیا ہو۔ ایسے واقعات کتب سیر وحدیث میں بکثرت ملیں گے۔ کہ بعض نے اپنا کل مال دیدیا۔ بعض نے نصف دیا۔ اپنے گھربار۔ عزیز واقارب۔ زمین جائداد چھوڑ چھوڑ کر فقر وافلاس کے عمامے اور جبے باندھکر توکل وقناعت کے عصا ہاتھوں میں لیکر چلے گئے۔ اور مدینہ میں داخل ہوگئے۔ یہ ہجرت اور یہ ترک مال آخر دیکھو تو سہی کس عالی حوصلگی اور کس علوئے ہمت کی خبر دیتا ہے مدینہ طیبہ (زادہ اللہ شرفاً وکرماً) ایک معمولی شہر ہے۔ وہاں جوق جوق مہاجرین چلے آتے ہیں۔ انصار مدینہ کس اخلاص اور محبت سے اپنے مہاجر بھائیوں کی مدارات کرتے ہیں۔ اسلام کا پہلا دور ہے مسلمانوں کی قلت ہے۔ مال کی ضرورت ہے۔ ہر قسم کے سامان کی احتیاج ہے۔ اور وہ رسول کے فدائی اور اسلام کے شیدائی اپنی ذاتی ضرورتوں سے قطع نظر کرلیتے ہیں۔ اور مال سی محبوب شے سے دریغ نہیں کرتے کیا اعلاء کلمۃ اللہ کا اس سے بہتر کوئی اور منظر دنیا میں کبھی کسی نے کہیں دیکھا ہے میں یقین سے کہتا ہوں۔ کہ نہیں دیکھا ہوگا۔ انہوں نے اپنے مال۔ جان۔ زن وفرزند کو اسلام پر قربان کردیا تھا۔ اور اپنی احتیاج اور اسلام کی ضرورت کے وقت امتحان میں دربار رسالت سے کامیابی کے تمغے اور سرکار رضاوندی سے معزز لقب حاصل کئے تھے۔ اور قرآن پاک میں اپنے تذکروں کا استحقاق حاصل کیا تھا۔

(۲) اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم (رزین)

(میرے اصحاب تاروں کی طرح فیض رسان ہیں۔ ان میں سے جس کسی کی اقتدا کروگے۔ ہدایت پاؤگے)

(۳) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایھا ابن الخطاب والذی نفسی بیدہ ما لقیک الشیطان سالکا فجا قط الا سلک فجا غیر فجک (بخاری ومسلم)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا۔ کہ اے عمر مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے جب کبھی شیطان کسی رستہ میں چلتا ہے۔ اور اتفاق سے تم سے دوچار ہوتا ہے تو وہ رستہ چھوڑ کر دوسرا رستہ اختیار کرلیتا ہے)

اس حدیث سے حضرت عمرؓ کی صلابت اور قوت ایمانی اور حق پرستی پر پوری روشنی پڑتی ہے کہ انکی صورت دیکھکر شیطان سا شخص بھی خوف زدہ ہوکر چل دیتا ہے۔ بیشک یہ ہیں خدا کے مخصوص بندے جن کا تذکرہ قرآن پاک میں ان وقیع الفاظ میں فرمایا گیا ہے۔

ان عبادی لیس لک علیھم سلطان (میرے مخصوص مطیع بندوں پر شیطان تیرا کچھ تسلط نہیں ہوسکتا)

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مناقب قرآن پاک کی آیات اور صحیح صحیح حدیثوں میں ملتے ہیں جب انکی نسبت ایسے عام اور قاطع ودال الفاظ پائے جاتے ہیں۔ کہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (اللہ تعالے ان سے راضی ہوا۔ اور وہ اللہ سے راضی ہوئے) تو کیا کوئی عاقل یہ خیال کرسکتا ہے۔ کہ انہوں نے قرآن وحدیث کی تبلیغ میں کوتاہی کی۔ یا اُن کے فہم میں غلطی ہوتی۔

قرآن پاک میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں ارشاد ہے۔

AsliAhleSunnet.com

یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک (اے رسول جو تم پر خدا کی طرف سے نازل ہوا اُسکو پہنچا دو)

اور آپ کا اپنے اصحاب کرام کو یہ ارشاد

بلغوا عنی ولو آیۃ (مجھسے اگر کوئی ذرا سی بات بھی پہنچی ہو تو اوسکو میری اُمت کو پہنچا دو)

بے شک ہمیشہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ پہنچا دیا۔ اور اپنے زمانہ میں اعلان عام کر دیا۔ کا فر بادشاہوں کو بھی فرمان دعوت الاسلام بھیجے۔ اور اپنے صحابہ کو بھی قرآن کی آیات کے مطالب حقیقی مراد اسلامی اصول و فروع سب ہی کچھ بتا دیا اور سمجھا دیا۔ اور اوسکا ایک مجمع عظیم میں اعلان بھی کر دیا۔ (والسلام)

موجودہ جنگ کا اثر جان و مال پر

موجودہ جنگ جسقدر خونخوار و مہلک ہو رہی ہے۔ کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی۔ اس جنگ کی کوئی دوسری نظیر موجود نہیں ہے پہلے زمانہ میں جسقدر لڑائیاں ہوئی ہیں۔ وہ یا تو خود ایک ملک میں ہوئی ہیں۔ یا آس پاس کی سلطنتیں شریک جنگ ہوگئیں یا ایک ملک والوں نے دوسرے ملک والوں پر حملہ کیا۔ ہندوستان کی جنگ مہابھارت خاص ہندوستان کی سرزمین کے اندر ہوئی تھی جس میں تمام ہندوستان کے راجہ دو پارٹیوں میں منقسم ہو کر لڑے تھے۔ بیت المقدس کی جو لڑائیاں ہوئیں۔ اون میں تمام یوروپ اکٹھا ہو کر سلطان صلاح الدین کے مقابلہ کے لئے آیا تھا۔ لیکن سامان کی وہ آسانیاں جو آج موجود ہیں۔ اوس زمانہ میں چونکہ موجود نہ تھیں۔ لہذا میدان میں آنے والے سپاہیوں کی بمقابلہ موجودہ جنگ کے کچھ بھی نسبت نہ تھی۔ جنگ کریمیا جس میں ترکی و انگلستان اور فرانس کی متحدہ فوجیں روس کے مقابلہ میں لڑنے کو گئی تہیں اونکی تعداد بھی موجودہ جنگ کے مقابلہ میں بہت قلیل تھی نپولین کی جو بڑی بڑی لڑائیاں ہوئی ہیں وہ فرداً فرداً بہت سلطنتوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ غرضیکہ کوئی نظیر ایسی نہیں ملتی کہ میدان جنگ میں یوروپ۔ افریقہ۔ ایشیا آسٹریلیا۔ امریکہ کے ملکوں کی فوجیں ایک میدان میں جمع ہوں اسکی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ بری و بحری سفر میں آسانیاں ہوگئی ہیں۔ پیام رسانی کا سلسلہ دم بدم ہو سکتا ہے سہولت رسانی کا انتظام آسان ہوگیا ہے غرضیکہ موجودہ زمانہ کی ترقی کا نتیجہ ہے کہ میدان جنگ میں لڑنے والے سپاہیوں کی آج وہ تعداد نظر آتی ہے جس کی کوئی نظیر تاریخ میں موجود نہیں ہے۔ کثرت تعداد افواج کے علاوہ دوسری عجیب بات اس جنگ میں یہ ہے۔ کہ زمین کے اوپر جنگ ہے زمین کے نیچے سمندر کے اوپر اور سمندر کے نیچے۔ صرف بلکہ ہوا کے اوپر بھی جنگ ہو رہی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ جسقدر خوفناک آلات حرب موجودہ جنگ میں کام میں لائے جا رہے ہیں اس کی بھی کوئی دوسری نظیر کسی جنگ میں نہیں ملتی۔

غرضیکہ موجودہ جنگ باعتبار کثرت افواج طریقہ جنگ اور آلات حرب کے دنیا میں اپنی قسم کی پہلی جنگ ہے اس جنگ میں اس وقت تک کسقدر خرچ ہو چکا ہے جنگ کیوجہ سے پیداوار کا کسقدر نقصان ہوا ہے۔ اور کس قدر آدمی جنگ کیوجہ سے ضایع ہو چکے ہیں۔ انگلستان کے مختلف اعداد کے ماہر طبع آزمائی کر رہے ہیں۔ چنانچہ انگلستان کا مشہور رسالہ نائنٹینتھ سنچری میں دو مسٹر کوتیہ نے ان مسائل و مباحث علم الاعداد سے بحث کی ہے۔ مسٹر کوتیہ نے صرف ۲ ماہ کے اخراجات اور نقصان جان و مال کا تخمینہ کیا ہے۔ اونہوں نے جرمن سپاہی کا روزانہ اوسط خرچ کم سے کم۔ اشلنگ (ساڑھے سات روپے) قرار دیا ہے۔ اور اونکی رائے ہے کہ فرانس و انگلستان وغیرہ میں بھی اسی قدر روزانہ صرف فی سپاہی پر ہوتا ہے۔ اونکی رائے ہے کہ اسوقت میدان جنگ میں حسب ذیل تعداد ہے۔

جرمن ۴۳ لاکھ ۵۰ ہزار	}	۷۸ لاکھ ۵۰ ہزار
آسٹریا ۳۵ لاکھ		
فرانس ۴۰ لاکھ	}	۹۴ لاکھ
روس ۵۴ لاکھ		

کل تعداد ایک کروڑ ۷۲ لاکھ ۵۰ ہزار۔ انگلستان اور بلجیم کی تعداد شامل کرنے کے بعد کل تعداد ایک کروڑ ۹۵ لاکھ ہو جاتی ہے۔ ۱۰ شلنگ (ساڑھے سات روپے) یومیہ فی سپاہی خرچ کے حساب سے نوے لاکھ پونڈ یومیہ مصارف جنگ میں خرچ ہوتے ہیں یعنے ۱۳ کروڑ پچاس لاکھ روپیہ یومیہ۔ اس حساب سے ۶ ماہ کا خرچ ایک ارب ۶۲ لاکھ پونڈ خرچ ہوئے تھے

مذکورہ بالا فوج کی تعداد میں سرویا۔ ترکی اور جاپان کی فوجوں کو اور اون کے یومیہ مصارف کو شامل نہیں کیا گیا ہے۔ بہر حال مسٹر گوبنتہ نے پیداوار صنعت و حرفت کے نقصان کا جو بوجہ جنگ کے ہوا حسب ذیل تخمینہ کیا ہے

فرانس ۶۰ کروڑ پونڈ	بلجیم ۵ کروڑ ۸۰ لاکھ پونڈ
جرمنی ۸۰ کروڑ ۳۰ لاکھ پونڈ	روس ۱ کروڑ ۱۰ لاکھ پونڈ
انگلستان ۱۰ کروڑ پونڈ	کل ایک ارب ۲۶ کروڑ ۲۰ لاکھ پونڈ

کا نقصان قرار دیا گیا ہے۔ مسٹر گوبنتہ نے مذکورہ بالا ممالک کی صنعت و حرفت کی گذشتہ رپورٹوں سے جو شایع ہوئے ہیں تخمینہ نقصان پیداوار کا کیا ہے

غرضیکہ خرچ جنگ اور پیداوار دونوں کا ملا کر نقصان ۳ ارب ۲۸ کروڑ ۲۰ لاکھ پونڈ یعنے ۴۹ ارب ۲۳ کروڑ روپے کا ہوا۔ سب سے زیادہ نقصان جو اس جنگ میں ہوگا وہ انسانوں کا ہے۔ چنانچہ مسٹر مذکور نے پچھلی چند مشہور لڑائیوں کا جو حال کے زمانہ میں ہوئیں۔ تخمینہ لگایا ہے اونکی رائے ہے۔ کہ جرمن و فرانس کی پچھلی جنگ جو ۱۸۷۰ء میں ہوئی تھی۔ اوس میں ۱۴ فی صدی سپاہی جرمن کے مارے گئے تھے۔ ٹرانسوال کی جنگ میں ۹ فی صدی۔ اور پچھلی جنگ بلقان میں ترکوں کے ۲۰ فی صدی اور سرویہ کے ۱۰ فی صدی آدمی کام آئے تھے۔

متذکرہ بالا تعداد سے مسٹر مذکور نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ موجودہ جنگ میں اگر ۱۰ فی صدی آدمی ضایع ہونگے تو ایک کروڑ ۹۵ لاکھ اس جنگ میں کام آوینگے۔ لیکن لڑائی کو قریب ۶ ماہ کے گذر چکے ہیں اور فریقین کی جدید بھرتی شدہ فوجیں ابھی میدان جنگ میں نہیں پہنچی ہیں موسم بہار شروع ہونے کے بعد میدان جنگ میں فوجوں کی تعداد بہت زیادہ ہو جاویگی۔ اور ابھی اس امر کی پیشگوئی کرنا مشکل ہے۔ کہ جنگ کب تک جاری رہے گی ابھی اس امر کا فیصلہ کرنا بھی دشوار ہے۔ کہ کون کونسی اور سلطنتیں کس فریق کی جانب سے میدان جنگ میں آوینگی لیکن یہ امر یقینی ہے کہ اٹلی۔ رومانیہ۔ یونان۔ بلگیریا پرتگال اور شاید یوروپ کی دوسری چھوٹی چھوٹی اور سلطنتیں بھی شریک جنگ ہوں۔ غریب ایران کے بھی جنگ کے اثر سے محفوظ رہنے کی امید نہیں ہے چین و امریکہ کی بابت کون کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ کسی نہ

AsliAhleSunnet.com

متفرقات

اطلاع۔ مولانا ابوالوفا صاحب چونکہ اہلحدیث کانفرنس کے انعقاد و انصرام متعلقہ علیگڈھ کے لئے تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ اس لئے ۱۲/۱۹ مارچ یعنے دو ہفتوں ہفتوں کا اکٹھا پرچہ شایع کیا جاتا ہے۔

مزید اطلاع۔ ۱۱۔مارچ کو کارپردازان دفتر اہلحدیث خصوصیت جلسہ کے لئے علیگڈھ جائیں گے۔ اس لئے ۱۱ مارچ لغایت ۱۷ مارچ اگر کسی ضروری خط یا دیگر ارشاد کی تعمیل نہ ہو۔ تو معذور سمجھیں۔ مینیجر

اعلان ارائیں کانفرنس لاہور } ارائیں کانفرنس کا ابتدائی اجلاس زیر صدارت آنریبل خان بہادر میاں محمد شفیع صاحب بیرسٹر بتاریخ ۴ اپریل ۱۵ء بروز اتوار بوقت صبح ۸ بجے سے برکت علی محمڈن ہال بیرون موچی دروازہ لاہور میں ہوگا جس میں ارائیں قوم کی تعلیمی اور اخلاقی ترقی کے لئے مناسب تجاویز عمل میں آویں گی۔ تمام مقامات کے برادران قوم اس جلسہ میں بکثرت تشریف لاکر ممنون فرماویں۔ جو حضرات اپنی آمد سے ایک ہفتہ قبل اطلاع دیں گے۔ ان کے قیام و طعام کا انتظام بھی کیا جاوے گا۔ جو حضرات کوئی تقریر کرنا چاہیں۔ ۱۵۔ مارچ سے پہلے پہلے اطلاع دیں۔ تاکہ پروگرام میں اونکا نام درج ہو سکے۔ المشتہر میاں پیر بخش پنشنر پوسٹ ماسٹر ذیلدار رہتاس محلہ بھائی دروازہ لاہور۔

درخواست جنازہ غائب۔ میاں عبدالعزیز غلام محمد صاحب بارہ مولا (کشمیر) سے لکھتے ہیں کہ ہمارا ایک چچا زاد بھائی چچا موحد ۔۔ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ کو دار فانی سے دار بقا کو رحلت کر گیا ہے۔ انا للہ۔ مرحوم دیندار تھا۔ التماس ہے کہ روس کے لئے نماز جنازہ غائب پڑھی جائے۔ اللھم اغفرلہ

طبی سوال۔ بندہ نہایت ہی شکرگذار ہوگا۔ اگر کوئی حکیم یا ڈاکٹر صاحب کوئی ایسی طیار شدہ دوا یا سہل نسخہ بتلادیں جس سے قوت مردمی میں تقویت ہو جو میرے خیال میں نافع عمل ہے۔

(ایک خریدار اہلحدیث)

تلاش کتاب } خاکسار کو نتاوے جامع الصغیر مصنفہ شیخ الکل سیدنا مولانا محمد نذیر حسین صاحب دہلی مرحوم و مغفور کی از حد ضرورت ہے۔ اگر کسی صاحب کو کتاب ہذا کا پتہ ہو۔ تو بذریعہ اخبار ہذا یا براہ راست خاکسار کو اطلاع دیں۔ مہربانی ہوگی۔ خاکسار ابوالحسن عبدالرحمن موضع ناکوٹ ڈاکخانہ گاجل ضلع مالدہ

درخواست دعا و دوا۔ میرے ایک دوست میر محمد شریف صاحب کو کف میں خون آتا ہے۔ مہربانی فرماکر ناظرین کرام صحت کے لئے دعا فرماویں۔ اور کسی حکیم صاحب کے پاس اس مرض کی مجرب دوا ہو تو مطلع فرماویں۔ خاکسار عبدالواحد از گنگا مندر اسٹریٹ کلکتہ

تقریظات

فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور۔ یہ رسالہ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کے بارے میں عربی میں علامہ محمد حیات سندھی مدنی مہاجر متوفی ۱۱۶۳ھ کا تھا۔ جو مترجم ہوکر خاکسار کے مطبع میں طبع ہوا ہے نہایت مدلل رسالہ عجیب و غریب قابل دید ہے چھپائی۔ کاغذ۔ عمدہ قیمت ۱ علاوہ محصول۔ شائقین ٹکٹ بھیجکر منگالیں۔ اور احباب اس کے بہت سے نسخے خرید کر تقسیم فرماویں۔ اور اجر لیں (محمد ابوالقاسم عفی عنہ بنارس محلہ دارا نگر)

واقع وبا طاعون مظلمہ } اس رسالہ میں نامراد مرض طاعون کے اسباب و علامات علاج اور مختلف پہلوؤں پر نہایت عمدگی سے روشنی ڈالی گئی ہے قیمت ۱ علاوہ محصول ڈاک۔ ملنے کا پتہ حکیم شمس الدین صاحب۔ کٹڑہ سفید امرتسر

برآمد گندم کی ممانعت } اس مصیبت کے وقت میں جب کہ قحط کی ہولناک آتش چاروں طرف بسرعت پھیل رہی ہے۔ برآمد غلہ کو روکنے کے متعلق جو کچھ بھی کیا جاویگا غنیمت سمجھا جاویگا۔ اس لئے ہم ذیل کی سرکاری اطلاع کو جو دہلی سے شایع ہوئی ہے۔ بمسرت ذیل میں درج کرتے ہیں۔ لکھا ہے۔ کہ ۲۶ دسمبر ۱۹۱۴ء کو ہندوستانی منڈیوں میں گندم کا نرخ بڑھ جانے کے سبب سے گورنمنٹ ہند نے گندم اور آرد گندم کی ایک خاص مقدار معین کردی تھی۔ جو ہندوستان سے ۳۱ مارچ ۱۹۱۵ء کے اختتام تک باہر بھیجا جا سکتا تھا۔ مگر اس روک کے باوجود نرخ بڑھتا گیا۔ اس لئے گورنمنٹ ہند نے اب فیصلہ کیا ہے۔ کہ گندم اور آرد گندم کی پرائیویٹ برآمد موجودہ بندش کی میعاد کے اختتام پذیر ہونے پر یعنے ۳۱ مارچ ۱۹۱۵ء سے ۳۱ دسمبر ۱۹۱۵ء تک بالکل نہ ہوگی۔ اس بندش کے عاید کرنے میں گورنمنٹ ہند کا منشاء یہ ہے۔ کہ مقامی قیمتوں کو اپنے قابو میں رکھے۔ ورنہ کثرت پیداوار کے باوجود ہندوستان میں گندم کی قیمتیں روئے زمین کے نرخوں سے متاثر ہوکر بہت بڑھ جائیں گی۔ اور یہاں مصیبت پھیلانے کا باعث ہونگی جبکہ ہندوستان کی متعدد زرعی پیداواریں فروخت نہیں ہو سکیں۔ اور اس امر کے باور کرنے کی بھی کافی وجہ ہے۔ کہ گندم کی پیداوار غالباً ملکی ضروریات سے بہت متجاوز ہوگی تو گورنمنٹ کا یہ منشاء نہیں۔ کہ وہ ہندوستان کے کاشتکاروں کی جائز امیدوں کو پورا نہ ہونے دے اور ایک حد خاص سے زیادہ برآمد کو بند کردے حالانکہ جب یہ معلوم ہو کہ پیداوار ملک کی ضروریات سے بہت زیادہ ہے۔ اور قیمتوں کو آسانی سے قابو میں رکھا جا سکتا ہے۔ اس لئے ایسی ضروری تدابیر زیر غور ہیں۔ کہ جن کی رو سے زیادہ پیداوار کو تجارت کے معمولی ذرائع سے اور مناسب موقع پر باہر بھیجنا ممکن ہوگا۔ مگر یہ کام گورنمنٹ کے خاص اہتمام اور نگرانی میں ہوگا۔ جس کے متعلق تجاویز کا بعد میں اعلان کیا جائے گا۔

اس اعلان کا اثر ابھی سے مختلف مقامات میں محسوس ہونے لگا ہے۔ چنانچہ لاہور اور امرتسر میں ۷ سیر کے بجائے اب گندم ۸-۹ سیر بک رہا ہے۔ اور یقیناً دیگر مقامات میں بھی ارزانی بہت جلد رونما ہوگی (وکیل)

صاحب پرنسپل میڈیکل کالج لاہور نے ان فوجی طلبا کو جو چند روز سے سکول و ہسپتال سے الگ کرکے زیر خاطر

AsliAhleSunnet.com

انتخاب الاخبار

جنگ کے متعلق مجمل اور صحیح خبر تو صرف یہ ہے کہ ہر طرف ہو رہی ہے لیکن ۲۶ فروری سے ۲ مارچ تک جو خبریں پہنچی ہیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے

بحری کاروائیوں میں اس ہفتہ کا سب سے اہم واقعہ یہ ہے۔ کہ انگریزی اور فرانسیسی بیڑہ دردانیال پر سخت گولہ باری کر رہا ہے۔

اس بیڑے میں جو دردانیال پر گولہ باری کر رہا ہے بہترین قسم کے انگریزی اور فرانسیسی جنگی جہاز شامل ہیں انگریزی جنگی جہاز کوئن میری الزبتھ جو سب سے بڑا جنگی جہاز ہے۔ وہ بھی دردانیال پر گولہ باری میں مصروف ہے۔

ایتھنز (یونان) کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ دردانیال پر حملہ کرنے والے بیڑے میں ۵۲ جنگی جہاز ہیں۔ ایک روسی جنگی جہاز سکولڈو تامی بھی جو آغاز جنگ کے وقت بحیرہ روم میں تھا۔ اس بیڑے میں شامل ہو گیا ہے۔

ایتھنز کی خبر ہے۔ کہ ایک لاکھ ترکی سپاہ گیلی پولی میں جمع ہے۔

ایک جرمن آبدوز کشتی پر ایک انگریزی تفریحی جہاز نے گولہ باری کی

انگریزی محکمہ بحری کا بیان ہے۔ کہ جنگ سے پیشتر یہ جہاز تفریحی تھا۔ لیکن آغاز جنگ میں محکمہ بحریہ نے اس پر قبضہ کر کے اسکو پٹرول کے کام پر مامور کر دیا۔

جرمنوں نے تین آبدوز کشتیاں براستہ خشکی آسٹریلوں کو اور تین ترکوں کو بھیجی ہیں

انگریزی امیر البحر ایجرٹن کو یقین ہے۔ کہ ایک انگریزی کوئلہ بردار جہاز نے ایک جرمن آبدوز کشتی کو غرق کر دیا ہے۔

سب سے پہلے جو انگریزی تجارتی جہاز کسی جرمن آبدوز کشتی کو غرق کرے گا۔ اوسکو ۷ ہزار ۵ سو روپیہ انعام دئے جانے کا اعلان کیا گیا ہے

آسٹریا کے پانچ جنگی جہازوں نے مقام انٹی واری وسان جیووانی ڈی مانیج نگرو پر گولہ باری کر کے قیمتی سامان سپلائی اور ذخائر کو جلا دیا۔ نیز شاہ مانٹی نگرو کے تفریحی جہاز کو بھی غرق کر دیا۔

ایک جرمن تجارتی جہاز ڈلشیہ جسے امریکہ کی ایک کمپنی نے خرید لیا تھا۔ اور اسپر اسباب بار کر کے جرمنی کو بھیجا تھا۔ اوسکو ایک فرانسیسی جنگی جہاز نے گرفتار کر لیا ہے۔

جہازرانی کا خرچ بڑھ جانے کے باعث انگلستان سے ہندوستان کے کرایہ میں کمپنیوں نے ۲۰ فیصدی کا اضافہ کر دیا ہے۔

دو جرمن ہوائی جہازوں نے ایک انگریزی تجارتی جہاز پر بم پھینکے۔ مگر نشانہ خطا گیا۔ اور جہاز اپنی راہ پر چلا گیا۔

متحدہ سلطنتوں کے ہوائی جہازوں نے جرمن سپاہ کی ٹرینوں اور ریلوے سٹیشن پر ۶۰ بم پھینکے۔

مسٹر اسکوتھ وزیر اعظم انگلستان نے پارلیمنٹ سے جنگی اخراجات کیلئے ۳ ارب ۵۷ کروڑ روپے کی منظوری طلب کی ہے۔

جرمنی کے بجٹ میں غیر معمولی اخراجات کیلئے ۳ ارب ۵۲ کروڑ روپے کی رقم مہیا کی گئی ہے۔

ٹائمز کا فوجی نامہ نگار خیال کرتا ہے۔ کہ مشرقی رزمگاہ میں اس وقت ۲۰ لاکھ جرمن سپاہ مصروف پیکار ہے جو روسیوں کو شکست دینے کیلئے ناکافی ہے

جرمنوں کو خوف ہے۔ کہ موسم بہار میں روسی بیشمار فوج میدان جنگ میں لے آئیں گے۔ اس لئے وہ روسیوں کو اس سے پیشتر ہی کچل ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں

بقول نامہ نگار ٹائمز جرمنوں نے اپنی نصف فوج مشرقی پرشیا سے واپس منگوائی ہے۔ اور اب وہ کسی اور مقام پر حملہ کرنے کی فکر میں ہیں۔

روسیوں کا خیال ہے۔ کہ جرمن اب پھر وارسا کے سامنے والی روسی فوج پر حملہ کریں گے

روسیوں کی سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ انہوں نے شمالی پولینڈ میں پرزاسنز پر دو جرمن جیشوں کو شکست دیکر جنگ کا خاتمہ کر دیا۔

روسیوں کی سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ انہوں نے آسٹریوں کو مغربی گلیشیہ میں سخت شکست دی ہے

فلینڈرز اور ہالینڈ میں پھر افواہیں اڑ رہی ہیں۔ کہ جرمن کیلے پر حملہ کرنے کی نئی تجاویز سوچ رہے ہیں

مغربی رزمگاہ میں اس ہفتہ انگریزی۔ فرانسیسی سپاہ نے تین سو گز پیشقدمی کی۔ متعدد جرمنوں کی خندقوں کو فتح کیا۔ اور کبھی ایک کو سرنگوں سے اڑا دیا گیا۔

مسٹر اسکوتھ وزیر اعظم انگلستان نے اپنی تقریر میں بیان کیا ہے۔ کہ ہم اس وقت تک تلوار میان میں ذکر نہیں جب تک بلجیم کے نقصانات کی تلافی۔ فرانس کی آئندہ حفاظت کا اطمینان۔ اور جرمنی کی فوجی تفوق کا قطعی قلع قمع نہ ہو جائے۔

مسٹر اسکوتھ نے اعلان کیا۔ کہ ہم کسی کا مال سامان جرمنی کو نہیں جانے دیں گے۔ خواہ وہ ممنوع ہو یا غیر ممنوع۔

قاہرہ کی اطلاع مظہر ہے۔ کہ ترکوں کے مصر کی طرف پیشقدمی کے فی الحال کچھ آثار نہیں پائے جاتے۔

اٹلی کے وزیر اعظم نے اپنی پارلیمنٹ میں جاسوسی۔ ممنوعات جنگ اور فوجی نقل و حرکت کی خبریں شائع کرنے کے خلاف مسودے پیش کئے ہیں

ایتھنز کا تار مظہر ہے۔ کہ شاہ یونان نے ایک اجلاس میں فیصلہ کیا ہے۔ کہ ایک خاص قونصل کا اجلاس منعقد کیا جائے جس میں پانچ سابق وزیر اعظم بھی شامل ہوں۔

اس اجلاس میں اس امر پر بحث کی جاویگی۔ کہ موجودہ واقعات کے متعلق یونان کو کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے۔

کلکتہ میں ایک انسپکٹر پولیس کو مفسدوں نے پستول مار کر قتل کر دیا۔ نیز اوسکا اردلی زخمی ہو گیا۔

ہنگامہ سنگاپور۔ ۲۲ فروری رنگوں کا نامہ نگار ہے کہ مقامی افواج نے ریاست ہائے ملایا کے دستہ اور والنٹیر اور سلطان جوہور کی سپاہ کی اعانت اور جہازوں کے ملاحوں کی امداد سے وہ ہنگامہ جو ۵ فروری کی سہ پہر کو وقوع میں آیا تھا۔ فرو کر دیا۔ فساد زور بہت سخت تھا۔ اس کے اسباب تا حال صاف صاف معلوم نہیں ہوئے۔ اتنا پتہ چلتا ہے۔ کہ پانچویں لائٹ انفنٹری میں ہندوستانی افسروں کو کچھ شکایات دینے

AsliAhleSunnet.com